آیاتِ قرآنیہ، احادیثِ نبویہ اور کتبِ شیعہ سے جملہ صحابۂ کرام کی
عدالت و ثقاہت اور عظمت و رفعت کا روشن ثبوت بنام

عدالتِ صحابہ

تحقیق و انصاف کے آئینے میں

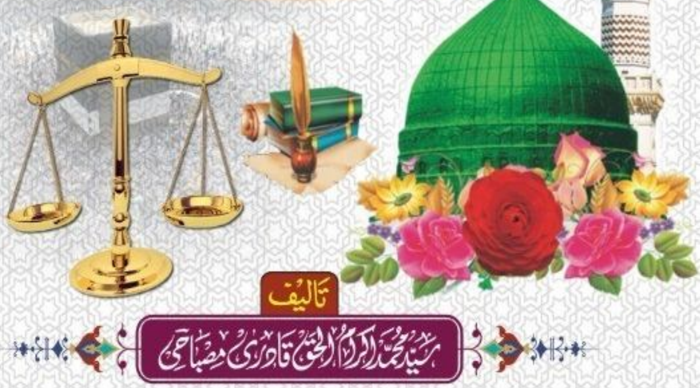

تالیف

سید محمد اکرام الحق قادری مصباحی

پیش کش
نورِ ایمان اسلامک آرگنائزیشن
کرلا ویسٹ ممبئی

آیاتِ قرآنیہ، احادیثِ نبویہ اور کتبِ شیعہ سے جملہ صحابۂ کرام کی عدالت و ثقاہت اور عظمت و رفعت کا روشن ثبوت بنام

عدالتِ صحابہ

تحقیق و انصاف کے آئینے میں

تالیف

سید محمد اکرام الحق قادری مصباحی، عفی عنہ

پیش کش

نورِ ایمان اسلامک آرگنائزیشن، کرلا، ویسٹ، ممبئی

جملہ حقوق بحقِّ ناشر محفوظ ہیں

کتاب کا نام : **عدالتِ صحابہ، تحقیق وانصاف کے آئینے میں**

عنوان : **ردِّ مولائیت ورافضیت**

مؤلف : **سید محمد اکرام الحق قادری مصباحی، عفی عنہ**

صدر المدرسین: دار العلوم محبوبِ سبحانی، کرلا، ممبئی، انڈیا

موبائل: 9029249679/7977962766

کمپوزنگ : بدستِ خود

سیٹنگ : محمد زبیر قادری (رابطہ: 9867934085)

نظرِ ثانی : حضرت علامہ مفتی محمد طاہر رضا صاحب قادری مصباحی

استاذ و نائب مفتی دار العلوم محبوبِ سبحانی، کرلا ویسٹ، ممبئی

سن طباعت: ۱۴۴۴ھ مطابق **۲۰۲۲ء**

صفحات : ۱۴۰

قیمت : ---

ملنے کا پتہ : **دار العلوم محبوبِ سبحانی، کرلا ویسٹ، ممبئی ۷۰**

برائے ایصالِ ثواب:

حاجی محب الحق خان۔ مرحوم عین الحق خان۔ مرحومہ حکیم النساء۔

جملہ ممبران نورِ ایمان اسلامک آرگنائزیشن کرلا ممبئی

فہرستِ مضامین

شمار نمبر	عناوین	صفحہ نمبر
۱	شرفِ انتساب	6
۲	حق گزارانِ بیعت پہ لاکھوں سلام	7
۳	منقبت در شانِ صحابۂ کرام	9
۴	تقریظِ جلیل	10
۵	حرفِ آغاز	13
۶	صحابۂ کرام کا مقام	15
۷	کُل صحابۂ کرام کا عادل ہونا امت کا اجماعی موقف ہے	16
۸	صحابی رسول کون؟	16
۹	اہلِ سنت کے نزدیک صحابۂ کرام کی تعداد	17
۱۰	اہلِ تشیع کے یہاں صحابۂ کرام کی تعداد	18
۱۱	اہلِ تشیع کا عقیدۂ خبیثہ	21
۱۲	اُن کے عقیدے کا ردّ وابطال، آیاتِ قرآنیہ سے	22
۱۳	پہلی آیت کریمہ	22
۱۴	دوسری آیتِ مجیدہ	24
۱۵	تیسری آیتِ حکیمہ	27
۱۶	شیعہ مفسر کا اعترافِ حقیقت	31

۱۷	چوتھی آیتِ شریفہ	34
۱۸	شیعہ مفسر کی حق بیانی	38
۱۹	ہمارا تبصرہ	39
۲۰	شیخ طبرسی کے نزدیک تمام صحابہ عادل	42
۲۱	رسولِ خدا کے نزدیک صحابہ کا مقام	47
۲۲	عدالتِ صحابہ پر دلائلِ عقلیہ	51
۲۳	پہلی دلیل	52
۲۴	دوسری دلیل	53
۲۵	تیسری دلیل	54
۲۶	ایک اہم وضاحت	57
۲۷	ہر صحابی کی تعظیم واجب کیوں؟	58
۲۸	اہلِ تشیع کی ایک چالاکی کا جواب	63
۲۹	اہلِ رفض کی گھناؤنی گستاخیاں	64
۳۰	علمائے روافض سے چند سوالات	69
۳۱	کتبِ شیعہ سے صدیقِ اکبر کے فضائل کا ثبوت	74
۳۲	نہج البلاغت کی شہادت	90
۳۳	کتبِ شیعہ سے فاروقِ اعظم کے مناقب کا ثبوت	93
۳۴	افضلیتِ شیخینِ کریمین اور فتنۂ مولائیت	108

۳۵	افضلیتِ شیخین اہلِ سنت کا اجماعی عقیدہ	109
۳۶	افضلیتِ شیخین پر دلائلِ قاطعہ	110
۳۷	امامِ اعظم کا عقیدہ	120
۳۸	امامِ مالک کا عقیدہ	121
۳۹	امامِ شافعی کا عقیدہ	121
۴۰	امامِ احمد بن حنبل کا عقیدہ	122
۴۱	کتبِ شیعہ سے ذوالنورین کے فضائل کا ثبوت	123
۴۲	کیا صرف خاتونِ جنت حضور علیہ السلام کی شہزادی ہیں؟	125
۴۳	اصولِ کافی کی شہادت	126
۴۴	کتاب الخصال کی گواہی	128
۴۵	ملا باقر مجلسی کا اعترافِ حقیقت	128
۴۶	عثمانِ غنی حضور علیہ السلام کے حقیقی داماد ہیں	129
۴۷	سورۂ احزاب کی آیتِ کریمہ سے استدلال	130
۴۸	اہلِ تشیع کی دو دلیلوں کا جواب	133
۴۹	حضرتِ مولا علی کے ستائشی کلمات	137

شرفِ انتساب

دامادِ رسول، زوجِ بتول، شیرِ خدا، حیدرِ کرار، **مولا المسلمین، امیر المومنین**

حضرتِ علی بن ابو طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم

کے نام

گر قبول افتد زہے عز و شرف

شاہِ مرداں شیرِ یزداں، قوتِ پروردگار لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

حق گزارانِ بیعت پہ لاکھوں سلام

جاں نثارانِ بدر و اُحُد پر دُرود
حق گزارانِ بیعَت پہ لاکھوں سلام

وہ دسوں جن کو جنت کا مژدہ ملا
اُس مبارک جماعت پہ لاکھوں سلام

خاص اُس سابقِ سیرِ قُربِ خدا
اَوحَدِ کاملیّت پہ لاکھوں سلام

سایۂ مصطفیٰ مایۂ اِصطِفا
عِزّو نازِ خلافت پہ لاکھوں سلام

یعنی اُس افضلُ الخلق بعدَ الرُّسُل
ثانی اثنَینِ ہجرت پہ لاکھوں سلام

اصدقُ الصّادِقین سیّدُ المتّقین
چشم و گوشِ وزارت پہ لاکھوں سلام

وہ عمر جس کے اَعدا پہ شیدا سقر
اُس خدا دوست حضرت پہ لاکھوں سلام

فارقِ حقّ و باطل امامُ الہُدیٰ
تیغِ مسلولِ شدّت پہ لاکھوں سلام

ترجمانِ نبی ہم زبانِ نبی
جانِ شانِ عدالت پہ لاکھوں سلام

زاہدِ مسجدِ احمدی پر دُرود
دولتِ جیشِ عُسرت پہ لاکھوں سلام

دُرِّ منثورِ قرآں کی سلک بہی
زوجِ دو نورِ عفّت پہ لاکھوں سلام

یعنی عثمان صاحب قمیصِ ہدیٰ
حُلّہ پوشِ شہادت پہ لاکھوں سلام

مرتضیٰ شیرِ حق اَشجع الاشجعین
ساقی شیر و شربت پہ لاکھوں سلام

اصل نسلِ صفا وجہِ وصلِ خدا
بابِ فصلِ ولایت پہ لاکھوں سلام

اوّلیں دافعِ اہلِ رفض و خروج
چارمی رکنِ ملّت پہ لاکھوں سلام

شیرِ شمشیر زن شاہِ خیبر شکن پرتوِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام
ماحیِ رفض وتفضیل ونصب وخروج حامیِ دین و سنت پہ لاکھوں سلام
مومنیں پیشِ فتح و پسِ فتح سب اہلِ خیر و عدالت پہ لاکھوں سلام
جس مسلماں نے دیکھا اُنھیں اک نظر اُس نظر کی بصارت پہ لاکھوں سلام
جن کے دشمن پہ لعنت ہے اللہ کی اُن سب اہلِ محبت پہ لاکھوں سلام
کاش! محشر میں جب اُن کی آمد ہو اور بھیجیں سب اُن کی شوکت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں! رضا
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

عزیمت کے راہی صحابہ صحابہ

عزیمت کے راہی صحابہ صحابہ وہ حق کے سپاہی صحابہ صحابہ
محافظ بھی اور شارحِ دِین بھی ہیں شریعت کے داعی صحابہ صحابہ
منافق ہیں جلتے مراتب سے ان کے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھی صحابہ صحابہ
وہ حق کے مسافر وہ رہبر ہمارے ہیں ہادی و مہدی صحابہ صحابہ
ثمر ہے محمد کی محنت کا یارو جمالی، جلالی صحابہ صحابہ
فدا ان پہ کر دوں سبھی چاہتیں میں مِرے ہیں مُرَبِّی صحابہ صحابہ
ادیب انکا نوکر ہے سارا زمانہ
مبلغ، جہادی، صحابہ صحابہ

تقریظِ جلیل

خلیفۂ حضورتاج الشریعہ وحضورقائدِ ملت، مناظرِ اہلِ سنت، محققِ عصر، استاذ الاساتذہ حضرتِ علامہ مولانا مفتی **محمد اختر رضا** صاحب مصباحی مجددی

دامت برکاتہ القدسیہ

بلا شبہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اِس اُمت کے وہ خوش نصیب اور عظیم ترین افراد ہیں جنھیں قرآنِ مجید کا اوّلین مخاطبین ہونے کے ساتھ ساتھ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم سے بلا واسطہ کسبِ فیض کا شرف بھی حاصل ہوا، جس سے اُن کا ظاہر و باطن ایسا پاکیزہ اور منوّر ہو گیا کہ وہ پاک باز ہستیاں سرچشمۂ اسلام اور معیارِ ہدایت بن گئیں، حتیٰ کہ اللہ رب العزت اُن سب سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔

مگر رافضی آج تک اُن نفوسِ قدسیہ سے راضی نہیں ہو سکے؛ کیوں کہ رافضیت اِس امت کا وہ بدنصیب اور بدترین فرقہ ہے جس کے عقائدِ باطلہ میں سے ایک نہایت ہی خبیث اور ناپاک عقیدہ یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی وفات کے بعد تین کے علاوہ باقی سارے صحابہ کافر و مرتد ہو چکے تھے، پھر اُن میں سے مزید چار کو توبہ کی توفیق ملی، اِس طرح اُن کے باطل و مردود عقیدے کے مطابق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی وفات کے بعد صرف سات ہی صحابہ مسلمان بچے، باقی سب کافر و مرتد ہی رہے۔ نعوذ باللہ من ذٰلك.

رافضیت کی یہ تاریخ رہی ہے کہ یہ ہر دَور میں چولے بدل بدل کر مسلمانوں کے

ایمان وعقیدے پر شب خون مارتی رہی ہے، ماضی قریب میں جب رافضیت نے اپنی اِسی ناپاک تاریخ کو دہرانے کے لیے، ایک بار پھر حُبِّ اہلِ بیتِ اطہار کے مصنوعی نقاب میں، بغضِ صحابہ والے مکروہ چہرے کو چھپا کر اپنے آپ کو **"سنی مولائی"** کے نام سے متعارف کرایا؛ تاکہ سنی مسلمانوں میں گھس پیٹھ کر کے غیر محسوس طریقے پر انھیں رافضی بنا سکے۔ اپنی اِس مہم کو تیز سے تیز تر کرنے کے لیے انھوں نے خاص طور پر شوشل میڈیا کا سہارا لیا اور حضراتِ صحابۂ کرام کی توہین وتنقیص کرنے لگے، تو اہلِ سنت وجماعت کے علمی حلقوں میں اس تعلق سے فکر پیدا ہوئی اور اس بات کی شدت سے ضرورت محسوس ہوئی کہ اُن کے باطل عقائد ونظریات کا ردِّ بلیغ کر کے، ان کے سیاہ چہرے کا مصنوعی نقاب اتار کر، ان کی اصلیت ایک بار پھر دنیا کے سامنے پیش کر دی جائے؛ تاکہ امتِ مسلمہ ان کے دامِ فریب میں آنے سے بچ سکے۔

قابلِ مبارک باد ہیں حضرت علامہ مفتی **سید محمد اکرام الحق** صاحب قبلہ سلمہ اللہ المولی تعالی، صدر المدرسین دار العلوم محبوبِ سبحانی کرلا ویسٹ ممبئی، کہ انھوں نے بروقت اس جانب خاص توجہ فرمائی اور **"نورِ ایمان اسلامک آرگنائیزیشن"** (جس کا مقصدِ وجود ہی اِحقاقِ حق اور اِبطالِ باطل ہے اور پچھلے کئی سالوں سے بڑی کامیابی کے ساتھ یہ اپنے مقصدِ وجود کی جانب رواں دواں ہے) کے پلیٹ فارم سے تحریراً وتقریراً رافضیت کا بھرپور پوسٹ مارٹم شروع کیا، جس کے نتیجے میں، تھوڑے ہی عرصے میں یہ کتاب **"عدالتِ صحابہ تحقیق و انصاف کے آئینے میں"** منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوگئی۔

اِس کتاب میں موصوف کا انداز بڑا ہی شستہ اور نرالا ہے، اس کی ایک خاص بات یہ ہے کہ موصوف نے جملہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے مناقب وفضائل، اور اُن کی عدالت وثقاہت کو نہ صرف یہ کہ قرآن وحدیث اور اجماعِ امت کے ناقابلِ تردید دلائل

سے ثابت کیا؛ بلکہ خود اہلِ تشیع کی نہایت معتبر کتب مثلاً اصولِ کافی، نہج البلاغہ، شرحِ نہج البلاغہ اور مجمع البیان وغیرہ کی تصریحات سے بھی ثبوت فراہم کر کے رافضیت کا ناطقہ بند کر دیا ہے؛ بلکہ انھیں چاروں شانے چت کر دیا ہے، مزید براں کتاب کے اخیر میں رافضیت کے تابوت میں آخری کیل ٹھونکنے کے لیے ان سے چند ایسے بنیادی سوالات بھی کیے ہیں جن کے جواب سے پوری رافضیت صبحِ قیامت تک عاجز و قاصر رہے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

غرض یہ کہ پوری کتاب اپنے مواد کی پختگی اور اندازِ بیان کی عمدگی کے لحاظ سے منفرد اور بے مثال ہے، عوام وخواص سب کے لیے لائقِ مطالعہ اور قابلِ استفادہ ہے۔ فجزاہ اللہ عنا وعن جمیع المسلمین أحسن الجزاء۔ دعا گو ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کتاب کو مقبولِ انام بنائے، موصوف کے علم، عمل اور عمر میں بے پناہ برکتیں پیدا فرمائے اور اخلاص کے ساتھ دینِ متین کی مزید خدمات انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے! آمین آمین آمین یارب العالمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ وآلہ واصحابہ افضل الصلوٰۃ واکرم التسلیم۔

محمد اختر رضا مصباحی مجددی

خادم التدریس والافتاء دار العلوم مخدومیہ جوگیشوری ممبئی۔

۱۴ / صفر المظفر ۱۴۴۴ھ مطابق ۱۲ / ستمبر ۲۰۲۲ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، بَدِیْعِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرَضِیْنَ، جَامِعِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ

حرفِ آغاز:

یہود و نصاریٰ کی چاپلوسی، برسرِ اقتدار سیاسی پارٹی کی مداہنت اور اُس کی خصیہ برداری کرتے کرتے آج کی رافضیت وشیعیت کو کافی اثر ورسوخ حاصل ہو چکا ہے۔ اپنی قوم کے غلبے کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے، اِنھوں نے سوشل میڈیا پر، حُبِّ اہلِ بیتِ کرام علی جدہم وعلیہم الصلاۃ والسلام کی آڑ میں حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی مقدس جماعت پر بھونکنے کا ایک نہ رکنے والا سلسلہ شروع کر دیا ہے اور غالی رافضیوں نے اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف طوفانِ بدتمیزی بپا کر رکھا ہے۔

وہ خباثتیں جو اُن کے بڑوں نے صحابۂ کرام کے خلاف اپنی کتابوں میں بکی تھیں، یہ گستاخ وبدزبان اُنھیں برسرِ منبر ومحراب کھلے عام بیان کر رہے ہیں۔ حالات اِس قدر بے قابو ہو چکے ہیں کہ یہ گستاخ ٹولہ پاگل کتے کی طرح دندناتے پھر رہا ہے اور خود سے موافقت نہ رکھنے والے ہر شخص کو کاٹنے اور زخمی کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ یہ احمق وگستاخ جماعت، بار بار اُنھی اعتراضات کو دہرا رہی ہے، جن کے مدلل اور مسکت جوابات ہمارے اسلافِ

کرام اپنی بے شمار تصنیفات وتالیفات میں بار بار دے چکے ہیں؛ مگر پھر بھی عوام کو یہ باور کرانے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ اُن کے اعتراضات نا قابلِ تردید ہیں، اہلِ سنت و جماعت اُن کے جوابات سے عاجز وقاصر ہیں۔

کم علمی اور قِلّتِ معلومات کے سبب عوامِ اہلِ سنت کے متعدد افراد اور خود کو خواص میں شمار کرنے والے بعض اہلِ خانقاہ بھی اُن کے دامِ فریب میں آ کر رافضیت کا شکار ہو چکے ہیں اور سنی ہونے کے باجود بڑے طمطراق لہجے میں رافضیوں کی بولی بول رہے ہیں۔ اِس لیے اہلِ بیتِ کرام کی مقرّرَہ عظمت وشان کو اُجاگر کرنا، صحابۂ کرام کے جاہ و جلال اور مقام ومرتبہ کو نا قابلِ تردید دلائل کی روشنی میں نہایت آسان اور واضح لب و لہجے میں بیان کرنا اور اُن پاک باز ہستیوں پر کیے گئے اعتراضات کے دنداں شکن جوابات دیتے ہوئے اُن کا دفاع کرنا علماے اہلِ سنت کی مشترکہ ذمے داری ہے۔

یہ رسالہ بھی اِسی سلسلے کی ایک مختصر کڑی ہے۔ اِس میں صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے متعلق اہلِ سنت و جماعت کے صحیح، حقیقی اور واقعی موقف کو واضح کیا گیا ہے، دلائلِ نقلیہ وعقلیہ کی روشنی میں، اُن نفوسِ قدسیہ پر، اہلِ رِفض کی جانب سے کیے گئے اعتراضات کی تردید کی گئی ہے، اُن کے عقائدِ باطلہ کا بھرپور رد کیا گیا ہے اور کتبِ شیعہ سے اُن کے فضائل ومناقب کا ثبوت بھی پیش کیا گیا ہے۔

قارئینِ کرام سے گزارش ہے کہ راقم کے اِس پیغام کو، اپنے خویش واقارب؛ بلکہ دور دور تک پہنچا کر، ناموسِ اہلِ بیت وناموسِ صحابہ پر پہرا دینے کی کامیاب کوشش کریں۔

ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔

صحابۂ کرام کا مقام:

یہ ایک نا قابلِ انکار حقیقت ہے کہ حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین وہ مقدّس ہستیاں ہیں جنھوں نے ایمان کی حالت میں اپنی خوش قسمت آنکھوں سے حضور تاج دارِ کائنات رحمتِ کونین سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار کیا، سب سے پہلے اُنھیں ہی ”یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا“ جیسے گراں قدر خطابِ ربانی سے سرفراز کیا گیا، یہ حضرات حسن و جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے براہِ راست مستنیر ہوئے، بلا واسطہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے تعلیم پائی، آقاے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت و رِفاقت میں رہے، نیز ہزاروں صحابۂ کرام نے دین کی سربلندی کے لیے اپنے آقا و مولا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں کفار و مشرکین اور دشمنانِ دین سے جہاد فرمایا اور نبیِّ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مقدس قدموں پر اپنی گراں قدر جانیں بھی نچھاور کر دیں، جب کہ بے شمار صحابۂ کرام نے سالہا سال تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ اقدس سے قرآنی آیات اور نبوی ارشادات سماعت کیے اور اُن کی صحبتِ پر انوار سے منوّر ہوتے رہے۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست	تا نہ بخشد بخشندۂ پروردگار

اِسی لیے ہم اہلِ سنت پورے اذعان و ایقان کے ساتھ کہتے ہیں کہ صحابۂ کرام علیٰ سیدہم وعلیہم الصلاۃ والسلام دینِ متین کی ایسی توانا (مضبوط) جڑیں ہیں، جن پر شجرِ اسلام ساڑھے چودہ سَو سالوں سے ایسی مضبوطی کے ساتھ قائم ہے کہ آج کی سپر پاور طاقتیں، اپنے تمام اسباب وآلات کے باوجود اُسے ٹَس سے مَس نہیں کر سکتیں۔

کوئی بھی غیرِ صحابی اُن خوبیوں کا حامل نہیں ہو سکتا جن سے اللہ عزوجل نے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کو سرفراز فرمایا ہے۔ صحابۂ کرام کی عظمت قرآنِ مقدس کی بے شمار آیتوں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی لا تعداد حدیثوں سے ثابت ہے، اُن کی

شان تسلیم نہ کرنا زمین وآسمان کے وجود کے انکار جیسا؛ بلکہ اِس سے بھی زیادہ عجیب تر ہے۔

کُل صحابۂ کرام کا عادل ہونا امت کا اجماعی موقف ہے:

اسی لیے اہلِ سنت وجماعت کے نزدیک، فرقِ مراتب کے باوجود جملہ صحابۂ کرام کو مخلص، مامون، ثقہ، عادل اور متقی ماننا لازم وضروری ہے۔

مرقاۃ المفاتیح میں ہے:

اَلصَّحَابَۃُ کُلُّھُمۡ عَدُوۡلٌ۔ ترجمہ: تمام صحابۂ کرام عادل اور قابلِ اعتماد ہیں۔

[مرقاۃ المفاتیح للامام علی قاری، ج:۵، ص:۵۱۷]

یہ، فقہاے کرام، محدثینِ عظام اور مشائخِ جرح وتعدیل کا اِجماعی وتسلیم شدہ عقیدہ ہے۔ قرآنِ کریم اور سنتِ نبوی کے ظاہری نصوص سے یہی ثابت ہے۔

حضراتِ صحابہ کرام پر جرح کرنا، ان پر فسق کی تہمت لگانا اور انھیں بدعتی وغاصب قرار دینا، ایمان واسلام کو مشکوک کرنا؛ بلکہ دینِ متین کی جڑوں کو اکھاڑ پھینکنے کی ناپاک و ناکام کوشش کرنے جیسا ہے؛ کیوں کہ انھی حضرات کے توسط (واسطے اور ذریعے) سے یہ دین وایمان ہم تک پہنچا ہے۔ اُن کی پاکیزگی، طہارت، عدالت اور ثقاہت کو تسلیم کیے بغیر دینِ اسلام کو سمجھا جاسکتا ہے نہ ہی اُسے قبول کیا جاسکتا ہے۔

صحابیِ رسول کون؟:

امام خطیب بغدادی اور امام ابنِ جماعہ نے حضرت سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم سے ''صحابی کی تعریف'' اِن الفاظ میں نقل کی ہے:

کُلُّ مَنۡ صَحِبَہُ سَنَۃً أَوۡ شَھۡرًا أَوۡ یَوۡمًا أَوۡ سَاعَۃً أَوۡ رَآہُ فَھُوَ مِنۡ أَصۡحَابِہِ ﷺ لَہُ مِنَ الصُّحۡبَۃِ عَلَی قَدۡرِ مَا صَحِبَہُ۔ [خطیب بغدادی، الکفایۃ فی علم

الروایۃ، ج:۱، ص:۱۵۔ مطبوعہ، مدینۂ منورہ، المکتبۃ العلمیۃ -وابن جماعۃ، المنھل الروی، ج:۱، ص:۱۱۱، مطبوعہ، دمشق شام، دار الفکر]

ترجمہ: ہر وہ شخص جس نے نبیِّ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت اختیار کی ہو، ایک سال یا ایک مہینہ یا ایک دن یا ایک گھڑی یا اُس نے (فقط حالتِ ایمان میں) حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہو وہ **"صحابی"** ہے۔ اُسے اُسی قدر فیضِ صحابیت حاصل ہے جس قدر اس نے رحمتِ عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت اختیار کی۔

اہلِ سنت کے نزدیک صحابۂ کرام کی تعداد:

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی تعداد کے حوالے سے ہم اہلِ سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بے مثال تعلیم وتربیت اور بے نظیر دعوت وتبلیغ کے نتیجے میں کثیر تعداد میں لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو کر **"شرفِ صحابیت"** سے سرفراز ہوئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیات میں صحابۂ کرام کی کثیر تعداد نے دین کی سربلندی کے لیے جہاد کرتے ہوئے جامِ شہادت نوش فرمایا؛ جب کہ کئی صحابۂ کرام نے فطری طور پر وصال بھی فرمایا؛ مگر اُن نفوسِ قدسیہ کی تعداد مسلسل بڑھتی ہی رہی، یہاں تک کہ جب حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مقصدِ بعثت کی تکمیل کے بعد، حیاتِ ظاہری سے پردہ فرمایا تو صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی تعداد ایک لاکھ سے بھی تجاوُز کر چکی تھی۔ بعض رِوایتوں سے پتا چلتا ہے کہ اُن کی تعداد ایک لاکھ چودہ ہزار تھی؛ جب کہ اکثر روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار تھی۔

بہر حال اُن کی حقیقی تعداد جو بھی ہو؛ مگر اتنا تو طے ہے کہ وصالِ اقدس کے وقت وہ حضرات ایک لاکھ سے زائد تھے۔ اپنے آقا و مولا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصالِ ظاہری کے بعد بھی صحابۂ کرام کی یہ مقدس جماعت دین وایمان میں اُسی طرح مخلص رہی جیسا کہ اپنے

آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری زندگی میں تھی۔ چناں چہ اُنھوں نے دینِ اسلام کی نشر و اشاعت اور اِعلاے کلمۃ الحق کی خاطر بیش بہا قربانیاں پیش کیں۔ اِس حقیقت پر ایسے مضبوط نقلی، عقلی اور تاریخی دلائل موجود ہیں کہ کوئی بھی صاحبِ عقل و دانش اُن کا انکار نہیں کرسکتا۔

اہلِ تشیُّع کے یہاں صحابۂ کرام کی تعداد:

اَصحابِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعداد کے حوالے سے رافضیوں کا عقیدۂ باطلہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ ظاہری میں اگرچہ صحابۂ کرام بہت بڑی تعداد میں موجود تھے؛ مگر جیسے ہی آپ کا وصال ہوا تو اہلِ بیتِ اطہار اور دیگر تین صحابۂ کرام کے علاوہ باقی تمام صحابہ، حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو **''خلیفۂ بلافصل''** نہ ماننے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفۂ رسول تسلیم کرلینے کے سبب کافر و مرتد ہوکر زمانۂ جاہلیت کی جانب پلٹ گئے تھے۔ معاذ اللہ رب العالمین۔

مرتد و بے دین ہونے والوں میں خلفاے ثلاثہ (حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی) اہلِ بیعتِ رضوان، شرکاے بدر و اُحُد وغیرہ سبھی شامل ہیں۔ ایمان پر قائم رہنے والے وہ تین خوش نصیب یہ ہیں:

(۱) حضرتِ سلمان فارسی۔

(۲) حضرت ابوذر غفاری۔

(۳) حضرت مِقداد بن اَسود رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

اہلِ سنت کے نزدیک ایسا عقیدہ رکھنا ''کفر'' ہے۔ اہلِ تشیع پر یہ کوئی الزام و اِتّہام نہیں ہے؛ بلکہ اِس حوالے سے خود اُنھی کی کتابوں میں روایتیں موجود ہیں، جنھیں اُن کے علما نے بڑے چاؤ (شوق) سے بیان کیا ہے۔ قارئینِ کرام بطورِ نمونہ صرف دو حوالے ملاحظہ فرمائیں!

حوالہ نمبر:(۱)

حدثنا محمد بن يحيى، عن أحمد بن محمد بن عيسى. عن الحسين بن سعيد عن علي بن النعمان، عن عبد الله بن مسكان، عن عبد الرحيم القصير قال: قُلْتُ لِأَبِيْ جَعْفَرٍ (عَلَيْهِ السَّلَامُ) إِنَّ النَّاسَ يَفْزَعُوْنَ إِذَا قُلْنَا: إِنَّ النَّاسَ اِرْتَدُّوْا۔ فَقَالَ: يَا عَبْدَ الرَّحِيْمِ! إِنَّ النَّاسَ عَادُوْا بَعْدَ مَا قُبِضَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ أَهْلَ جَاهِلِيَّةٍ۔ إِنَّ الْأَنْصَارَ اِعْتَزَلَتْ فَلَمْ تَعْتَزِلْ بِخَيْرٍ۔ جَعَلُوْا يُبَايِعُوْنَ سَعْدًا وَهُمْ يَرْتَجِزُوْنَ اِرْتِجَازَ الْجَاهِلِيَّةِ۔ يَا سَعْدُ أَنْتَ الْمُرَجَّاء وَشَعْرُكَ الْمُرَجَّلُ وَفَحْلُكَ الْمُرَجَّم.

[الروضة من الكافي ج: ٨، ص: ٢٩٦، رقم الحديث: ٤٥٥، المكتبة الشيعية، شیعہ آن لائن لائیبریری]

ترجمہ: رافضی محقق ابوجعفر محمد بن یعقوب بن اسحق کلینی متوفی ۳۲۹ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ عبدالرحیم قصیر نے کہا: میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ جب ہم (اہلِ تشیع) یہ کہتے ہیں کہ صحابۂ کرام مرتد ہو گئے تھے تو لوگ گھبرانے لگتے ہیں۔ انھوں نے کہا: اے عبدالرحیم! واقعہ یہی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد لوگ (صحابہ) زمانۂ جاہلیت کی جانب پلٹ گئے تھے۔ انصار (ابوبکر کی بیعت سے) الگ تو ہوئے؛ مگر وہ بھی خیر کے لیے الگ نہ ہوئے (بلکہ انھوں نے ایک باطل کو ترک کر کے دوسرے باطل کو اختیار کیا، یعنی ابوبکر کی بیعت ترک کر کے) وہ سعد کے ہاتھوں پر بیعت کرنے لگے، وہ زمانۂ جاہلیت کی طرح رجز پڑھتے ہوئے کہہ رہے تھے: اے سعد! تم ہی امید گاہ ہو، اے سعد! تم آزاد ہو اور تمھارا دشمن نا قابلِ قبول ہے۔

حوالہ نمبر:(۲)

عَلِيُّ بْنُ الْحَكَمِ عَنْ سَيْفِ بْنِ عُمَيْرَةَ عَنْ اَبِيْ بَكْرِ الْحَضْرَمِيْ قَالَ: قَالَ اَبُوْ جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اِرْتَدَّ النَّاسُ اِلَّا ثَلَاثَةُ نَفَرٍ، سَلْمَانُ وَ اَبُوْ ذَرٍّ وَالْمِقْدَادُ۔ [اخبار معرفة الرجال المعروف برجال الكشى، للشيخ محمد بن عمر بن عبد العزيز الكشى، ج:۱،ص:۵۱، رقم الحديث: ۲٤، المكتبة الشيعية، شيعه آن لائن لائبریری]

ترجمہ: دوسرے رافضی محقق محمد بن عمر بن عبدالعزیز کشی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ علی بن حکم، سیف بن عمیرہ سے اور وہ ابوبکر حضرمی سے روایت کرتے ہیں کہ ابوجعفر علیہ السلام نے کہا: (حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد) تین کے علاوہ سبھی صحابہ مرتد ہو گئے تھے۔وہ تین یہ ہیں:(۱) سلمانِ فارسی (۲)ابو ذر غفاری (۳)مقداد بن اسود۔

رجالِ کشی میں اِس من گھڑت روایت کے بعد یہ بھی مذکور ہے کہ اِن تین صحابہ کے علاوہ چار حضرات اور بھی ہیں جنھیں بعد میں اپنی غلطی کا احساس ہوا اور انھوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت قبول کر لینے کے بعد رجوع کیا اور حضرتِ علی مولائے کائنات رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حقِّ خلافت کو پہچانا۔

وہ چار صحابہ یہ ہیں :(۱)عثمان (۲)ابو سنان انصاری (۳)ابو عمرہ (۴)شتیرہ۔

اِن چاروں کا نام لکھنے کے بعد رجالِ کشی کا مصنف کہتا ہے:

فَلَمْ يَكُنْ يَعْرِفُ حَقَّ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلَّا هٰؤُلَاءِ السَّبْعَةُ۔ [مصدرِ سابق]

ترجمہ: اِن سات خوش نصیبوں کے علاوہ کوئی بھی صحابی حضرتِ امیر المومنین (مولا علی)

علیہ السلام کے حق کو نہ پہچان سکا۔ (سب کے سب ابوبکر کی بیعت کر کے **مرتد** ہو کر، زمانۂ جاہلیت کی طرف پلٹ گئے) معاذ اللہ رب العالمین۔

اہلِ تشیع کا عقیدۂ خبیثہ:

اِن دونوں حوالوں سے ثابت ہوا کہ اہلِ تشیع کا عقیدہ یہی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال فرماتے ہی، سوائے تین صحابہ کے تمام صحابہ مرتد ہو گئے تھے۔ پھر اللہ عز وجل نے مزید چار کو حق کی جانب رجوع کرنے کی توفیق بخشی؛ لہٰذا اہلِ تشیع کے نزدیک صحابۂ کرام کی کل تعداد سات ہے۔ یہ لوگ اہلِ بیتِ کرام کے علاوہ صرف **اِنھی سات حضرات کو نیک، عادل، مخلص اور دین کا بے لوث خادم مانتے ہیں۔**

اِسی لیے اُن کی کتابوں میں مذکورہ سات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے علاوہ نہ کسی صحابی کا بحیثیتِ صحابی ذکر ملتا ہے اور نہ کسی کی فضیلت کا بیان؛ بلکہ اُن کی اکثر کتابیں **لعن طعن، سب وشتم، تنقیدوں اور تبرا بازیوں** سے بھری پڑی ہیں، جن کا بیان آگے آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

جب اِن سے کہا جاتا ہے کہ **یہ کیسے ممکن ہے کہ حضور** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم **کے تربیت یافتہ اپنے آقا و مولا کے وصال کے فوراً بعد بے دین ہو جائیں؟** تو بکواس کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ در حقیقت وہ لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ ظاہری میں ہی بے دین و منافق تھے؛ لیکن اپنا نفاق چھپائے ہوئے تھے۔ جیسے ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا، انھوں نے حضرت علی مولائے کائنات کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو خلیفۂ بلا فصل نہ مان کر اپنا نفاق ظاہر کر دیا اور اپنی گردنوں سے دینِ اسلام کا ظاہری پٹہ بھی اُتار کر پھینک دیا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ منہ

رافضیوں کے اِس عقیدے کا ردّ و اِبطال:

اہلِ تشیع کے اِس عقیدے کا باطل و مردود ہونا، دینی شعور و آگہی رکھنے والے ہر شخص پر آفتابِ نصف النہار سے بھی زیادہ روشن وواضح ہے۔ اِن کے اِس عقیدے کے فساد اور تمام صحابۂ کرام کی عدالت و اخلاص پر دلائلِ نقلیہ بھی شاہد ہیں اور دلائلِ عقلیہ بھی۔ پہلے چند نقلی دلائل ملاحظہ فرمائیں، پھر ان شاء اللہ عزوجل عقلی دلائل بھی پیش کیے جائیں گے۔

صحابہ کی عدالت پر آیاتِ کریمہ سے استدلال:

پہلی آیتِ کریمہ :

اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۂ بقرہ میں ارشاد فرمایا:

وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ اٰمِنُوۡا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوۡٓا اَنُؤۡمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ‌ؕ اَلَآ اِنَّهُمۡ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰـكِنۡ لَّا يَعۡلَمُوۡنَ ۝ [سورۂ بقرہ، آیت نمبر ۱۳]

ترجمہ: اور جب اُن (منافقوں) سے کہا گیا کہ اس طرح ایمان لاؤ! جس طرح اور لوگ (صحابۂ کرام) ایمان لائے ہیں۔ تو انھوں نے کہا: کیا ہم اس طرح ایمان لائیں جس طرح یہ بے وقوف لوگ ایمان لائے ہیں؟ سنو! یہی لوگ بے وقوف ہیں؛ لیکن اُن کو علم نہیں ہے۔ [ترجمۂ تبیان القرآن]

اِس آیتِ کریمہ میں مدینۂ منورہ کے منافقوں سے کہا گیا ہے کہ **ایمان لاؤ جس طرح اور لوگ ایمان لائے ہیں۔** "اَلنَّاسُ" سے کون لوگ مراد ہیں، اِس کی تفسیر کرتے ہوئے امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

اَلنَّاسُ کے "لام" میں دو احتمال ہیں:

(۱) یہ عہد کے لیے ہو۔ اِس صورت میں معنیٰ ہوگا: **اُس طرح ایمان لاؤ جس طرح رسول اللہ** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم **اور اُن کے صحابہ ایمان لائے، یا جس طرح عبد اللہ بن سلام اور اُن کی جماعت کے لوگ ایمان لائے۔**

(۲) جنس کے لیے ہو۔ اِس صورت میں معنیٰ ہوگا، **اے منافقو!** اُس طرح ایمان لاؤ جس طرح **''قبیلۂ اَوس وخزرج''** کے لوگ ایمان لائے؛ کیوں کہ اُس وقت تک اِن دونوں قبیلوں کے اکثر لوگ ایمان لا چکے تھے اور ایمان نہ لانے والے منافق بہت کم تھے۔ [ملخصاً از تفسیرِ کبیر، ج:۱، ص:۷۵]

بہر حال اِس آیتِ کریمہ میں منافقوں کو صحابۂ کرام کی طرح ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے؛ کیوں کہ وہ نفوسِ قدسیہ ایمان میں کامل، مخلص اور نفاق سے بالکل دور تھے۔ پتہ چلا کہ اللہ ربُّ العزت کے نزدیک صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا ایمان **معیار اور آئیڈیل** ہے۔ جس کا ایمان صحابۂ کرام کے ایمان کی طرح ہوگا، مقبول ہوگا ورنہ مردود۔ اللہ رب العزت نے جن حضرات کے ایمان کو معیار اور آئیڈیل قرار دیا ہو، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ لوگ، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ ظاہری میں منافق رہے ہوں اور اُن کے وصال فرماتے ہی مرتد و بے دین ہوکر زمانۂ جاہلیت کی طرف پلٹ گئے ہوں؟

یہ آیتِ کریمہ حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے عادل و مخلص اور نیک و صالح ہونے کی شہادت دے رہی ہے، نیز یہ بتلا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صحابۂ کرام کو عظیم وجاہت حاصل ہے، اُسے یہ گوارا ہی نہیں کہ کوئی بد بخت اُس کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دیوانوں کی شانِ اقدس میں گستاخی کرے اور انھیں ''نادان'' کہے۔

اِس آیتِ کریمہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام پر تبرا کرنے والے رافضی، اِس حد تک جاہل و احمق ہیں کہ خود انھیں اپنی حماقت و سفاہت کا علم نہیں ہے۔ یعنی جہلِ مرکّب

کا شکار ہیں۔

دوسری آیتِ مبارکہ:

اللہ ربُّ العزت نے سورۂ ہود میں ارشاد فرمایا:

وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ، وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝- [سورۂ ہود، آیت نمبر: ۱۱۳]

ترجمہ: اور تم اُن لوگوں سے میل جول نہ رکھو جنھوں نے ظلم کیا ہے؛ ورنہ تمھیں بھی (دوزخ کی) آگ لگ جائے گی اور اللہ کے سوا تمھارے کوئی مددگار نہیں ہوں گے، پھر تمھاری مدد (بھی) نہیں کی جائے گی۔ [ترجمۂ تبیان القرآن]

"لَا تَرْكَنُوْا" رُکُون سے فعلِ نہی ہے۔ "رُكُوْن" کا معنیٰ بیان کرتے ہوئے امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اَلرُّكُوْنُ هُوَ السُّكُوْنُ اِلَى الشَّيْءِ وَالْمَيْلُ اِلَيْهِ بِالْمَحَبَّةِ وَ نَقِيْضُهُ اَلنُّفُوْرُ عَنْهُ۔ [تفسیرِ کبیر، ج:۹، جز:۱۸، ص:۷۳]

ترجمہ: "رُكُوْن" الفت و محبت کے ساتھ کسی شے کی جانب مائل ہونے (اور اُس پر بھروسا کرنے) کا نام ہے۔ اِس کا مقابل کسی شے سے نفرت کرنا اور اُس سے بیزار رہنا ہے۔

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ مزید فرماتے ہیں:

اَلرُّكُوْنُ الْمَنْهِيُّ عَنْهُ هُوَ الرِّضَا بِمَا عَلَيْهِ الظَّلَمَةُ مِنَ الظُّلْمِ وَ تَحْسِيْنُ تِلْكَ الطَّرِيْقَةِ وَ تَزْيِيْنُهَا عِنْدَهُمْ وَ عِنْدَ غَيْرِهِمْ وَ مُشَارَكَتُهُمْ فِيْ شَيْءٍ مِّنْ تِلْكَ الْاَبْوَابِ۔ [مصدرِ سابق]

ترجمہ: اِس آیتِ کریمہ میں جس رکون سے منع کیا گیا ہے اُس کا معنیٰ ہے ایسے کاموں سے راضی ہونا جن پر ظلم کی تاریکی ہو اور ظلم کے طریقے کو پسند کرنا، اُسے سب کے لیے

سنوارنا اور اُس کے ابواب میں سے کسی باب میں لوگوں کے ساتھ شریک (ہوکر داخل) ہونا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اِس آیتِ کریمہ کے ذریعے اپنے بندوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ ظالموں سے میل جول نہ رکھیں، اُن کی مداہنت نہ کریں، اُن کے ساتھ الفت ومحبت کا برتاؤ اور اُن پر بھروسانہ کریں؛ بلکہ اُن سے دور رہیں، اُن کا بائیکاٹ کریں اور اُن سے نفرت و بیزاری کا اظہار کریں۔ اِس ممانعت کے ساتھ، ظالموں سے پیار ومحبت کرنے والوں کی سزا کا اعلان بھی کیا کہ **جو اُن سے پیار ومحبت کرے گا اور اُن کی جانب جھکے گا وہ دوزخ کی آگ میں جلے گا اور کوئی بھی اُس کی نصرت وحمایت نہیں کر سکے گا۔**

اگر اہلِ تشیع کا یہ عقیدہ تسلیم کرلیا جائے کہ

چند صحابہ ہی اپنے ایمان میں مخلص اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سچی محبت کرنے والے تھے، باقی تمام صحابہ منافق، بے دین اور ظالم تھے،

تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر اُن سے الفت ومحبت کا معاملہ نہ کرنا، اُن سے تعلقات قائم نہ فرمانا اور اُن سے رشتے داریاں نہ کرنا واجب وضروری تھا۔ حالاں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے زندگی بھر اُن سے میل جول رکھا اور اُن سے الفت ومحبت کے تعلقات قائم رکھے؛ لہٰذا ثابت ہوا کہ حضراتِ صحابۂ کرام منافق وفاجر اور بے دین وظالم نہ تھے؛ بلکہ نیک، صالح، عادل اور سچے پکے مسلمان تھے۔

اب رافضی علما کے سامنے تین ہی راستے ہیں:

(۱) اِس آیتِ کریمہ ہی کا انکار کردیں۔

(۲) یہ اعلان کردیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس آیتِ کریمہ پر عمل نہ کرنے کے سبب ظالم ہیں۔ (خاک بدہنِ اعدا)

(۳) تمام صحابۂ کرام کی عدالت وصداقت کو تسلیم کریں۔

یہ احمق پہلے دونوں راستے اختیار نہیں کرسکتے؛ کیوں کہ وہ جانتے ہیں کہ اگر انھوں نے اِس آیت کریمہ کا انکار کیا، یا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ظالم کہا تو خود ان کی قوم اُن سے نفرت وبیزاری کا اظہار واعلان کردے گی۔

لہٰذا اُن کے لیے عافیت وسلامتی اِسی میں ہے کہ تمام صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے خلوص اور اُن کی عدالت کو تسلیم کریں اور اپنی ظالمانہ رَوِش سے باز آکر آخرت کی سعادت وسرخروئی حاصل کریں؛ کیوں کہ یہ ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اِس آیتِ کریمہ کے نزول کے بعد بھی اپنے غلاموں سے الفت ومحبت کے معاملات قائم رکھے تھے۔

اِس حقیقت کی ایک ہلکی سی جھلک ملاحظہ فرمائیں:

حضرتِ سیدنا صدیقِ اکبر کی شہزادی ام المومنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ، حضرت سیدنا فاروقِ اعظم کی نورِ نظر ام المومنین حضرت سیدتنا حفصہ اور حضرت امیرِ معاویہ کی بہن اُم المومنین حضرت سیدتنا اُمِّ حبیبہ سے نکاح فرما کر اِن حضرات کو دائمی شرف سے سرفراز فرمایا۔ یکے بعد دیگرے اپنی دو بیٹیاں حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں دے کر اُنھیں **''ذوالنورین''** جیسے عظیم الشان لقب سے مشرَّف فرمایا، یہ شرف و فضل نہ کبھی کسی کے حصے میں آیا نہ صبحِ قیامت تک آئے گا۔

صرف یہی نہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اِن حضرات سے رشتے داریاں قائم فرمائیں؛ بلکہ اَپنی زبانِ اقدس سے متعدد بار نام لے لے کر اِن کے فضائل ومناقب بھی بیان فرمائے۔ کتبِ احادیث اُن سے مالا مال ہیں۔

اگر اہلِ تشیع یہ کہہ کر راہِ فرار اختیار کرنا چاہیں کہ **یہ لوگ حضور** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم **کے وصال کے بعد کافر ومرتد ہوئے** تو یہی گفتگو ہم حضرتِ مولائے کائنات میں جاری

کریں گے کہ آپ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم پر، خلفائے ثلثہ اور دیگر صحابۂ کرام سے نفرت و بیزاری کا اعلان کرنا اور اُن سے میل جول نہ رکھنا واجب وضروری تھا؛ حالاں کہ پوری اسلامی تاریخ شہادت دے رہی ہے کہ فاتحِ خیبر نے اِن حضرات سے ہمیشہ الفت ومحبت قائم رکھی، اُمورِ خلافت میں اِن کی امداد فرمائی اور انھیں اپنے مخلصانہ مشوروں سے نوازا، حتی کہ اپنی نورِ نظر حضرت سیدتنا ام کلثوم بنت سیدتنا فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حضرتِ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں دیا۔ [الاستبصار للطوسی، ج:۳،ص:۳۵۲]

کیا کوئی رافضی حضرتِ علی مولائے کائنات رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوزخی اور بے یار و مددگار کہنے کی جسارت کرسکتا ہے؟ ثابت ہوا کہ حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سچے، عادل، مخلص اور دینِ متین کے بے لوث خادم تھے۔

تیسری آیتِ مجیدہ:

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ عَلَیْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا ۙ وَّمَغَانِمَ كَثِیْرَةً یَّاْخُذُوْنَهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا ۔[سورۂ فتح، آیت نمبر: ۱۸۔۱۹]

ترجمہ: بے شک اللہ ایمان والوں سے اس وقت راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کررہے تھے، سو اللہ جانتا تھا جو کچھ اُن کے دلوں میں ہے؛ پس اللہ نے اُن کے دلوں پر طمانیت نازل فرمایا اور اُن کو عن قریب آنے والی فتح کا انعام دیا۔ اور اُن کو بہت سی غنیمتیں عطا فرمائیں جن کو وہ حاصل کریں گے اور اللہ بہت غلبے والا بڑی حکمت والا ہے۔ [ترجمۂ تبیان القرآن]

یہ آیتِ کریمہ اُس موقع پر نازل ہوئی تھی جب آقائے دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

ماہِ ذوالقعدہ سن ٦ رہجری میں اپنے چودہ سَو مخلص صحابۂ کرام کے ساتھ، مدینۂ منورہ سے، جانبِ مکہ عمرہ کرنے کی غرض سے روانہ ہوئے تھے اور کفارِ قریش نے آپ سب کو حدیبیہ کے مقام پر روک لیا تھا۔ چناں چہ مشہور صحابیِ رسول حضرتِ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے:

كُنَّا يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ أَلْفًا وَّ أَرْبَعَ مِأَةٍ۔ [الصحیح للامام مسلم، کتاب الامارة، باب استحباب مبايعة الامام الجيش...رقم الحديث: ٤٩١٤]

ترجمہ: صلحِ حدیبیہ کے موقع پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہم چودہ سَو صحابۂ کرام موجود تھے۔

اِسی موقع پر **''بیعتِ رضوان''** کا تاریخی واقعہ پیش آیا، جس کا نہایت مختصر بیان یہ ہے:

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کفار سے صلح ہونے سے پہلے، حضرتِ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا سفیر بنا کر مکۂ مکرمہ روانہ فرمایا، قریش نے حضرتِ عثمان کو تنہا عمرہ کرنے کی پیش کش کی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم و دیگر مسلمانوں کو عمرہ کی اجازت دینے سے سختی کے ساتھ منع کر دیا، حضرتِ عثمان نے یہ کہہ کر اُن کی پیش کش کو ٹھکرا دیا کہ میں اپنے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر ہرگز عمرہ نہیں کروں گا، دورانِ گفتگو قریش اور حضرتِ عثمان کے مابین کچھ تلخ کلامی بھی ہوئی، چناں چہ کفارِ مکہ نے حضرتِ عثمان کو جبراً روک لیا۔

اِسی بیچ مسلمانوں میں یہ افواہ پھیل گئی کہ **کفارِ مکہ نے سفیرِ مصطفیٰ حضرتِ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا ہے۔** نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرتِ عثمان غنی کا انتقام لینے اور کفارِ مکہ سے جنگ کرنے کے لیے اپنے صحابہ سے بیعت لی۔ صحابۂ کرام نے جذبۂ صادق کے ساتھ، یہ کہہ کر بیعت کی تھی کہ **وہ مرتے دم تک اپنے آقا** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم **کی قیادت میں ظالموں سے لڑتے رہیں گے اور آپ کو چھوڑ کر فرار نہیں ہوں گے۔** تاریخ نے اِسی

بیعت کو **بیعتِ رضوان** کے نام سے محفوظ کیا ہے۔

شیعہ مفسر **ابو علی فضل بن حسن طبرسی** نے بھی اِس واقعے کو تفصیلاً بیان کیا ہے اور اِس بیعت میں حاضر رہنے والے صحابۂ کرام کی تعداد ایک ہزار سے زائد بتائی ہے۔

[مجمع البیان فی تفسیر القرآن، ج:۹، ص:۱۵۰، مطبوعہ دار العلوم، بیروت، لبنان]

چوں کہ اُن چودہ سَو صحابۂ کرام نے اِس بیعت میں نہایت والہانہ انداز میں **اپنے خلوص، محبت اور اسلام کے تئیں اپنے سچے جذبات** کا اظہار کیا تھا، اِس لیے اللہ تعالیٰ نے یہ آیتِ کریمہ نازل فرما کر اُن کے خلوص کو قبولیت کی سند سے سرفراز فرمایا اور ہمیشہ کے لیے اُن سے اپنی رضا مندی کا اعلان فرمایا۔ یہ آیتِ کریمہ صحابۂ کرام کے اخلاص، عدالت اور اُن کی وفا شعاری کی شہادت دے رہی ہے۔

چناں چہ مشہور مفسر حضرت امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

(لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ) من الصدق كما علم ما فى قلوب المنافقين من المرض (فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ) حتى بايعوا على الموت. وفيه معنى لطيف وهو ان الله تعالىٰ قال قبل هذه الآية (وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ) فجعل طاعة الله والرسول علامة لادخال الله الجنة فى تلك الآية. وفى هذه الآية بين ان طاعة الله والرسول وجدت من أهل بيعة الرضوان. أما طاعة الله فالاشارة اليها بقوله (لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ) وأما طاعة الرسول فبقوله (اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ) بقى الموعود به وهو ادخال الجنة أشار اليه بقوله تعالىٰ (لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ) لأن الرضا يكون

معه ادخال الجنة كما قال تعالىٰ (وَ يُدۡخِلُهُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا رَضِىَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ)۔

[تفسیرِ کبیر، ج:۱۴، جز:۲۸، ص:۹۲، مطبوعہ دارالفکر، بیروت]

ترجمہ: اللہ مومنوں سے راضی ہوا جب وہ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کررہے تھے، تو اللہ کو پہلے ہی سے اُن کے دلوں کی صداقت وعدالت کا علم تھا جس طرح اُسے منافقوں کے دلوں کی بیماری (یعنی نفاق) کا علم تھا۔ پس اللہ نے اُن کے دلوں پر سکینہ نازل فرمایا؛ یہاں تک کہ انھوں نے موت پر بیعت کی۔ یہاں ایک لطیف معنیٰ ہے، وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اِس آیتِ کریمہ سے پہلے فرمایا:

”جو اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرے گا، اللہ اُسے جنت کے باغوں میں داخل فرمائے گا۔“

اِس میں اللہ ورسول کی اطاعت کو دخولِ جنت کی علامت قرار دیا گیا ہے اور زیرِ تفسیر آیت میں یہ بیان کیا گیا کہ

”بیعتِ رضوان میں حاضر صحابہ کی جانب سے اللہ ورسول کی اطاعت پائی گئی“۔

اللہ کی اطاعت کی جانب ”لقد رضى الله عن المؤمنين“ سے اشارہ کیا گیا اور اطاعتِ رسول کی جانب ”اذ يبايعونك تحت الشجرة“ سے اشارہ کیا گیا، اور جہاں تک بیعتِ رضوان والوں کے جنتی ہونے کا تعلق ہے تو اِس کی جانب ”رضى الله عن المؤمنين“ سے اشارہ کیا گیا ہے؛ کیوں کہ جنت میں داخلہ رضائے اِلٰہی کے بغیر ممکن نہیں۔

اِس اقتباس سے ثابت ہوا کہ اہلِ بیعتِ رضوان دین وایمان میں نہایت مخلص، صادق اور عادل تھے۔

شیعہ مفسر کا اعترافِ حقیقت:

یہی بات شیعہ مفسرین نے بھی کہی ہے، چناں چہ ابو علی فضل بن حسن طبرسی اِس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں کہتے ہیں:

(لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ)

يعنی بيعة الحديبية وتسمی بيعة الرضوان لهذه الآية ورضاء الله سبحانه عنهم هو إرادته تعظيمهم وإثابتهم وهذا إخبار منه سبحانه أنه رضی عن المؤمنين إذ بايعوا النبی ﷺ فی الحديبية تحت الشجرة المعروفة وهی شجرة السمرة (فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ) من صدق النية فی القتال والكراهة له لأنه بايعهم علی القتال، عن مقاتل وقيل ما فی قلوبهم من اليقين والصبر والوفاء. [مجمع البيان فی تفسير القرآن، ج:۹، ص:۱٤۸، مطبوعه دار العلوم، بیروت، لبنان]

ترجمہ: اِس آیتِ کریمہ میں بیعت سے مراد **''بیعتِ حدیبیہ''** ہے جسے اِسی آیت کی وجہ سے بیعتِ رضوان بھی کہا جاتا ہے۔ مومنوں سے اللہ کے راضی ہونے کا معنٰی یہ ہے کہ اُس نے مومنوں کو عزت وعظمت اور اجر وثواب سے سرفراز کرنے کا ارداہ فرمایا ہے۔ یہ اللہ رب العزت کی جانب سے اعلان و اِخبار ہے کہ وہ مومنوں سے راضی ہو گیا جس وقت انھوں نے مقامِ حدیبیہ میں ببول کے معروف درخت کے نیچے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ پاک پر بیعت کی؛ کیوں کہ اللہ کو قتال و جہاد کے سلسلے میں اُن کی نیت کے سچے ہونے کا علم تھا۔ یہ تفسیر مقاتل سے مروی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد یہ ہے کہ اللہ کو اُن کے یقین، صبر اور وفا کا علم تھا۔

یہ شیعی اقتباس بھی یہی بتلا رہا ہے کہ وہ حضرات انتہائی مخلص اور نہایت عادلانہ شان

والے تھے۔جن صحابۂ کرام کوعلاّم الغیوب اللہ عزوجل نے دنیاہی میں اپنی رضاوخوش نودی کی سند دے دی،اُن کے بارے میں یہ کہنا کہ

”حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد چھ سات صحابہ کے علاوہ سبھی مرتد ہو گئے تھے۔“

کس قدر محال اور غیر معقول بات ہے۔

ماضی قریب کے عظیم محقق و محدث حضرت علامہ غلام رسول صاحب سعیدی علیہ الرحمہ نے بہت پیاری بات کہی ہے،آپ فرماتے ہیں:

اب بتلایئے کہ جن صحابہ سے اللہ راضی ہوگیا وہ کیسے مرتد ہو سکتے ہیں؟ مرتد کا کوئی عمل مقبول نہیں ہوتا۔قرآنِ مجید میں ہے:

وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَ اُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ ۝ [سورۂ مائدہ، آیت نمبر: ۲۱۷]

ترجمہ:اور تم میں سے جو شخص اپنے دین سے مرتد ہوگیا اور وہ حالتِ کفر میں مر گیا تو اُن لوگوں کے نیک اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے اور وہ لوگ جہنمی ہیں،جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔[ترجمۂ تبیان القرآن]

لہٰذا جس شخص کی موت کفر اور ارتداد پر ہو اُس سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوسکتا؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ علام الغیوب (غیبوں کا جاننے والا) ہے، وہ اُسی شخص کی نیکی قبول کرتا ہے اور اُسی سے راضی ہوتا ہے جس کا خاتمہ ایمان پر ہو۔یہ تو ہمارا حال ہے کہ ہم آج کسی کے اچھے کام سے خوش ہو جاتے ہیں اور کل اُس کے برے کام سے ناراض ہو جاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ علیم وخبیر ہے وہ حال اور مآل (انجام) کو جاننے والا ہے وہ اُسی شخص سے راضی ہوگا جس کا خاتمہ ایمان پر ہو؛ لہٰذا جن صحابہ کی زندگی میں اللہ نے اُن سے راضی ہو

نے کا اعلان کر دیا، درحقیقت یہ اِس بات کا اعلان ہے کہ اُن کا خاتمہ ایمان پر ہوگا۔

اُن چودہ سَو صحابہ میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر بھی تھے اور حضرت عثمان کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خود بیعت کی تھی، سو خلفاے ثلثہ (رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تینوں جانشینوں) سے اللہ نے راضی ہونے کا اعلان کر دیا، باقی تمام صحابہ خلفاے ثلثہ کی فرع (شاخ) اور اُن کے متبعین (پیروکار) ہیں اور اُن کے طریقے پر (چلنے والے) اور اُن کے حکم میں ہیں، سو جب خلفاے ثلثہ سمیت چودہ سَو صحابہ سے اللہ تعالیٰ کا راضی ہونا اور اُن (حضرات) کا اسلام اور ایمان پر قائم رہنا (قرآنِ مقدس سے) ثابت ہو گیا تو تمام صحابہ سے اللہ کا راضی ہونا اور اُن (سب) کا اسلام و ایمان (پر قائم رہنا بھی) ثابت ہو گیا۔ [شرح مسلم للسعیدی، ج:۶،ص:۸۷۰۔۸۷۱]

یہ کتنی بڑی جسارت؛ بلکہ کیسی غلیظ بدبختی ہے کہ حضرتِ سیدنا صدیقِ اکبر، حضرتِ سیدنا عمر فاروقِ اعظم، حضرتِ سیدنا عثمانِ غنی اور تمام اہلِ بیعتِ رضوان رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سمیت جملہ صحابۂ کرام کے بارے میں یہ بکواس کی جائے کہ

"حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصالِ اقدس کے بعد سوائے سات صحابہ کے، سبھی بے دین ہو کر زمانۂ جاہلیت کی طرف پلٹ گئے تھے"۔

بخدا ایسا کہنا یا ایسا اعتقاد رکھنا اِس آیتِ کریمہ کا صریح (کھلے طور پر) انکار ہے۔

اب اہلِ تشیع کے سامنے تین ہی راستے ہیں:

(۱) یا تو اِس آیتِ کریمہ کا انکار کر کے اپنے کفر وارتداد کا اعلان کر دیں۔

(۲) یا اللہ عزوجل کے **"علام الغیوب"** ہونے کا انکار کر کے اپنی گندی اور بدبودار زبان سے اِن ناپاک جملوں کا اظہار کریں کہ

"اللہ عزوجل نے لاعلمی میں اہلِ بیعتِ رضوان سے راضی ہونے کا اعلان کیا تھا،

اُسے تو پتہ ہی نہیں تھا کہ وہ لوگ بعد میں امیر المومنین حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا حق غصب کر کے کافر و مرتد ہونے والے ہیں"۔ معاذ اللہ۔

(۳) یا پھر صحابۂ کرام سے راضی ہو کر، اپنے دلوں سے اُن کا بغض و حسد نکال کر، سچے دل سے اُن کی عظمت وشان کا اعتراف کریں اور اللہ عزوجل نے اپنی رضامندی ظاہر فرما کر اُن حضرات کے مقدس سروں پر کرامت و بزرگی کا جو تاج رکھا ہے اُس کے سامنے سرِ تسلیم خم کریں۔

پہلے دونوں راستے دوزخ کے سخت ترین عذاب کی طرف لے جائیں گے؛ جب کہ آخری راستہ جنت کی دائمی نعمتوں سے سرفراز فرمائے گا۔

چوتھی آیتِ شریفہ:

اللہ عزوجل کا ارشادِ گرامی ہے:

وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۔ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۔

[سورۂ توبہ، آیت نمبر ۱۰۰]

ترجمہ: اور مہاجرین و انصار میں سے (نیکی میں) سبقت کرنے والے اور سب سے پہلے ایمان لانے والے اور جن مسلمانوں نے نیکی میں اُن کی اتباع کی، اللہ اُن سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے اور اللہ نے اُن کے لیے ایسی جنّتیں تیار کی ہیں جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں اور وہ اُن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔

[ترجمۂ تبیان القرآن]

یہ آیتِ کریمہ بھی اہلِ سنت و جماعت اور اہلِ تشیع دونوں کی تفاسیر کے مطابق تمام صحابۂ کرام کے ایمان پر قائم رہنے، اُن کے دینِ اسلام کے بے لوث خادم ہونے اور انتہائی مخلص و نیک ہونے پر دلالت کر رہی ہے۔ یہ آیتِ مبارکہ اِس بات کی بھی شہادت دے رہی ہے کہ تمام صحابۂ کرام کے لیے اللہ عز وجل کی رضا، جنت کی دائمی نعمتیں اور عظیم کامیابی ہے۔

اہلِ سنت کے عظیم مفسر حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اِس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اِخْتَلَفُوْا فِي السَّابِقِيْنَ الْاَوَّلِيْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ مَنْ هُمْ؟ وَ ذَكَرُوْا وُجُوْهًا : اَلْاَوَّلُ: قَالَ اِبْنُ الْعَبَّاسِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا :هُمُ الَّذِيْنَ صَلَّوْا اِلَى الْقِبْلَتَيْنِ وَ شَهِدُوْا بَدْرًا۔ وَ عَنِ الشَّعْبِيِّ هُمُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا بَيْعَةَ الرِّضْوَانِ۔ وَالصَّحِيْحُ عِنْدِيْ اَنَّهُمُ السَّابِقُوْنَ فِي الْهِجْرَةِ وَفِي النُّصْرَةِ۔ [تفسیرِ کبیر، ج:۸، جز:۱۶، ص:۱۷۲ .مطبوعه دار الفکر، بیروت]

ترجمہ: اِس آیتِ کریمہ میں سابقینِ اوّلین سے کون حضرات مراد ہیں، اِس بارے میں علما کی آراء مختلف ہیں۔ حضرت سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: سابقینِ اوّلین سے مراد وہ صحابۂ کرام ہیں جنھوں نے دونوں قبلوں کی جانب رخ کر کے نماز ادا کی اور غزوۂ بدر میں شریک ہونے کی سعادت حاصل کی۔ حضرت امام شعبی سے مروی ہے کہ سابقینِ اوّلین سے مراد وہ حضرات ہیں جنھوں نے بیعتِ رضوان میں حصہ لیا تھا۔ میرے (امام رازی کے) نزدیک درست یہ ہے کہ سابقینِ اولین سے مراد وہ صحابۂ کرام ہیں جنھوں نے ہجرت کرنے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت وحمایت میں سبقت کی (یعنی تمام مہاجرین وانصار مراد ہیں)۔

اِس کے بعد امامِ رازی نے اپنے موقف پر مضبوط دلائل قائم کیے ہیں، حضرت سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت وافضلیت اور اُن کی صحتِ خلافت پر شان دار گفتگو فرمائی ہے اور پیدا ہونے والے مختلف قسم کے شکوک وشبہات کے تسلی بخش جوابات عنایت فرمائے ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مزید فرماتے ہیں:

اِس سلسلے میں علما کا اختلاف ہے کہ اِس آیتِ کریمہ میں تمام صحابہ کی تعریف و توصیف کی گئی ہے یا بعض کی۔ محققین کی ایک جماعت اِس طرف گئی ہے کہ آیتِ کریمہ کی ''حمد'' (تعریف) صرف اُن صحابہ کو شامل ہے جنھوں نے ہجرت کرنے اور دینِ اسلام کی نصرت وحمایت میں سبقت کی۔ لہٰذا آیتِ کریمہ فقط ''کبارِ صحابہ'' کو شامل ہوگی؛ کیوں کہ ''مِن'' تبعیض (یعنی بعض افراد کے شامل ہونے) کا فائدہ دے رہا ہے۔ اور محققین کی ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ اِس آیتِ کریمہ میں جو ''حمد'' ہے وہ تمام صحابۂ کرام کو شامل ہے؛ کیوں کہ جملہ صحابۂ کرام، دیگر تمام مسلمانوں کی طرف نسبت کرتے ہوئے ''سابقینِ اولین'' سے موصوف ہیں اور ''من المهاجرين والانصار'' میں جو ''من'' ہے یہ تبعیضیہ نہیں؛ بلکہ بیانیہ ہے اور معنیٰ یہ ہے کہ **سابقینِ اولین جو کہ مہاجرین وانصار ہیں، اللہ عزوجل اُن سے راضی ہے۔** جیسا کی ''فاجتنبوا الرجس من الاوثان'' میں ''من'' بیانیہ ہے۔

بہت سے علما نے اِسی قول کو اختیار کیا ہے۔ حضرت حماد بن زید کہتے ہیں: ایک دن میں نے حضرت محمد بن کعب قرظی سے کہا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کے مابین جو اختلافات اور فتنے رونما ہوئے آپ مجھے اُن کے بارے میں بتائیں! انھوں نے کہا: اللہ رب العزت نے تمام صحابہ کی مغفرت فرمادی ہے اور سب کے لیے جنت کو واجب قرار

دیا ہے (لہٰذا مشاجراتِ صحابہ میں مت پڑو)۔

میں نے کہا: اللہ نے قرآن کی کس آیت میں اُنھیں جنتی قرار دیا؟ انھوں نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہا: سبحان اللہ! کیا تم یہ آیتِ کریمہ "**والسابقون الاولون من المھاجرین والانصار**" نہیں پڑھتے؟ اِس میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جملہ صحابہ کے لیے جنت اور اپنی رضا کا اعلان فرمایا ہے۔ [ترجمہ از تفسیرِ کبیر، ج:۸، جز:۱۶، ص:۱۷۵، مطبوعہ دار الفکر، بیروت]

چند سطور کے بعد فرماتے ہیں:

آپ جان لیجیے! کہ یہ آیتِ کریمہ اِس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ جو شخص بھی مہاجرین وانصار کی پیروی کرے گا وہ رضاے اِلٰہی اور ثوابِ آخرت کا حق دار ٹھہرے گا، بشرطے کہ وہ احسان کے ساتھ اُن کی اتباع کرنے والا ہو۔ اور احسان کی تفسیر یہ ہے کہ اُن کے بارے میں اچھی بات کہی جائے۔ چوں کہ یہ حکم مشروط ہے؛ لہٰذا شرط کے مفقود ہونے سے حکم بھی منتفی ہوگا۔ **پس ثابت ہوا کہ جو مہاجرین وانصار کے بارے میں اچھی بات نہیں کہے گا وہ رضاے اِلٰہی کا حق دار نہیں ہوگا اور نہ ہی اُسے آخرت کا اجر ملے گا**؛ کیوں کہ دین دار لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کی غایت درجہ تعظیم کرتے ہیں، اُن پر زبانِ طعن دراز نہیں کرتے اور نہ ہی غیر مناسب انداز میں اُن کا ذکر کرتے ہیں۔ [مصدر سابق، ص:۱۷۶]

اِس تفسیر سے واضح ہوا کہ تمام صحابۂ کرام، نیک، مخلص، عادل اور جنتی ہیں، اُن سے رب تعالیٰ راضی ہے اور اُن کے لیے آخرت کی دائمی نعمتیں ہیں۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ صحابۂ کرام کا خیر کے ساتھ ذکر کرنا فرض ہے۔ اُن پر طعن کرنا، اُن کی غیبت کرنا اور ناشائستہ انداز میں اُنھیں یاد کرنا رضاے اِلٰہی سے محرومی کا سبب ہے۔

یہ تفسیر اگر چہ اہلِ تشیع کے خلاف حجت نہیں بنے گی؛ **مگر سُنّیت کا دعویٰ کر کے حضرت امیر معاویہ، حضرت ابوسفیان، حضرت ہندہ، حضرت طلحہ، حضرت زبیر وغیرہم پر** بھونکنے والے تفضیلی رافضیوں کے خلاف ضرور حجت ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

شیعہ مفسر کی حق بیانی:

مشہور شیعہ مفسر ابوعلی فضل بن حسن طبرسی اِس آیتِ کریمہ کا شانِ نزول بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

اَلنُّزُوْلُ: قِيْلَ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فِيْمَنْ صَلّٰى اِلَى الْقِبْلَتَيْنِ، عَنْ سَعِيْبِ بْنِ مُسَيَّبٍ وَالْحَسَنِ وَابْنِ سِيْرِيْنَ وَ قَتَادَةَ۔ وَ قِيْلَ: نَزَلَتْ فِيْمَنْ بَايَعَ بَيْعَةَ الرِّضْوَانِ، وَهِيَ بَيْعَةُ الْحُدَيْبِيَةِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: مَنْ أَسْلَمَ بَعْدَ ذٰلِكَ وَ هَاجَرَ فَلَيْسَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ الْاَوَّلِيْنَ۔ وَ قِيْلَ: هُمْ اَهْلُ بَدْرٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِيْ رَبَاحٍ۔ وَقِيْلَ: هُمُ الَّذِيْنَ أَسْلَمُوْا قَبْلَ الْهِجْرَةِ، عَنِ الْجُبَّائِيْ۔

ترجمہ: شانِ نزول کے بارے میں کئی اقوال ہیں:

(۱) کہا گیا ہے کہ یہ آیت اُن صحابہ کے بارے میں نازل ہوئی جنھوں نے قبلتین یعنی خانۂ کعبہ اور بیت المقدس کی جانب رُخ کر کے نماز ادا کرنے کی سعادت حاصل کی۔ یہ قول حضرت سعید بن مسیب، حضرت حسن، حضرت ابن سیرین اور حضرت قتادہ کا ہے۔

(۲) اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیتِ کریمہ اہلِ بیعتِ رضوان کے سلسلے میں نازل ہوئی ہے۔ یہ قول حضرت امامِ شعبی سے منقول ہے، اُنھوں نے کہا ہے کہ جو حضرات بیعتِ رضوان کے بعد مسلمان ہوئے اور ہجرت کی وہ مہاجرینِ اولین میں سے نہیں ہیں۔

(۳) ایک قول یہ ہے کہ آیتِ کریمہ کے مصداق اہلِ بدر ہیں۔ یہ، حضرتِ عطا بن ابو

رباح سے مروی ہے۔

(۴) اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سابقینِ اولین وہ حضرات ہیں جو ہجرت سے قبل مسلمان ہوئے۔ یہ قول جبائی سے منقول ہے۔

ہمارا تبصرہ:

پہلے قول کے اعتبار سے ثابت ہوا کہ

''اہلِ قبلتین نیک، مخلص، عادل اور دائمی جنتی ہیں، اُن سے خدا خوش اور وہ خدا سے راضی ہیں''

حضرت سیدنا صدیقِ اکبر، حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم اور حضرت سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، اہلِ قبلتین سے ہیں؛ لہٰذا اِس نصِّ قطعی سے اِن حضرات کا مخلص اور جنتی ہونا ثابت ہوا اور چوں کہ دیگر صحابۂ کرام علیٰ نبیہم وعلیہم الصلاۃ والسلام احسان وخیر کے ساتھ اِن تینوں حضرات کی پیروی کرنے والے ہیں؛ لہٰذا بشمول حضرتِ معاویہ، حضرتِ ابوسفیان تمام صحابہ کا عادل ومخلص اور نیک وصالح ہونا ثابت ہوا۔

اب یہ کہنا کہ

''حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم **کے وصالِ اقدس کے بعد تین یا سات صحابہ کے علاوہ سب مرتد ہوگئے تھے، اُن سے خدا ناراض ہے اور وہ دائمی طور پر دوزخ میں رہیں گے۔''**

کس قدر بدبختی اور شقاوتِ قلبی ہے۔ جاہلوں اور احمقوں کو ہمارے اسلاف کا نہیں توکم ازکم اپنے علما کے اقوال وتفاسیر کا خیال ہوتا۔

دوسرا قول اِس بات پر دلالت کررہا ہے کہ

''اہلِ بیعتِ رضوان سے خدا راضی اور وہ دائمی جنتی ہیں۔''

حضرتِ ابوبکر صدیق، حضرتِ عمر فاروقِ اعظم اور حضرتِ عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ

عنہم اجمعین بلا شک وریب اہلِ بیعتِ رضوان میں شامل ہیں، علماے شیعہ بھی اِس کا انکار نہیں کر سکتے؛ لہٰذا ثابت ہوا کہ

''خلفاے ثلاثہ سمیت تمام اہلِ بیعتِ رضوان سے خداے تعالیٰ راضی اور وہ اُس سے خوش ہیں، اُن کے لیے ایسے دائمی باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔''

اور چوں کہ تمام صحابۂ کرام اِن حضرات کے پیروکار ہیں؛ لہٰذا یہ حکم متعدی ہو کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تمام صحابہ کو شامل ہوگا۔

اِسی لیے ہم اہلِ سنت و جماعت پورے اذعان و اعتقاد کے ساتھ کہتے ہیں کہ ہمارے آقا و مولا حضور رحمتِ عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تمام صحابہ عادل، مخلص، نیک، دین کے بے لوث خادم اور جنتی ہیں۔ اُن پر فسق ونفاق اور کفر وارتداد کا حکم لگانا دراصل اِس آیتِ کریمہ کا انکار ہے۔

تیسرا قول اِس بات کی شہادت فراہم کر رہا ہے کہ

''تمام شرکاے بدر سے اللہ عز وجل راضی ہے اور اُن کے لیے جنت کی دائمی نعمتیں ہیں۔''

حضرتِ ابوبکر صدیق، حضرتِ عمر فاروقِ اعظم اور حضرتِ عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا بدری صحابی ہونا آفتابِ نصف النہار سے بھی زیادہ روشن ہے، کوئی مخبوط الحواس اور علم ودانش سے کورا شخص ہی اِس حقیقت کا انکار کر سکتا ہے، گو کہ حضرتِ ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اپنی زوجۂ محترمہ شہزادیِ رسول حضرت سیدتنا رقیہ سلام اللہ علیہا کی عیادت کے سبب غزوۂ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے؛ مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اُنھیں بدری صحابہ میں شامل فرما لیا تھا؛ لہٰذا خلفاے ثلاثہ سمیت تمام بدری صحابہ اِس بشارت کے حق دار ٹھہرے۔ اور چوں کہ دیگر صحابۂ کرام اصحابِ بدر کے نقشِ قدم پر چل کر،

افعالِ خیر میں اُن کی اتباع کرکے "وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ" میں داخل ہیں؛ لہٰذا اِس آیتِ کریمہ کی رو سے سبھی صحابۂ کرام، اللہ تعالیٰ کے مقرّب بندے اور جنت کی دائمی نعمتوں کے حق دار ثابت ہوئے۔

چوتھا قول اختیار کرنے کی صورت میں بھی

"حضراتِ شیخینِ کریمین اور حضرتِ ذوالنورین عثمانِ غنی سمیت تمام صحابہ کا جنتی ہونا ثابت ہوتا ہے۔"

کیوں کہ خلفاے ثلثہ کا ہجرت سے قبل مسلمان ہونا اخبارِ متواترہ سے ثابت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کے بعد مسلمان ہونے والے صحابہ، ہجرت سے پہلے دامنِ اسلام سے وابستہ ہونے والے صحابہ کے پیروکار ہیں؛ لہٰذا فرقِ مراتب کے باوجود دونوں کا حکم یکساں ہیں۔ دونوں کے لیے "وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى" کا مژدہ ہے۔

اِس شیعی تفسیر کو کسی بھی زاویے سے دیکھیے! اور چاروں قولوں میں سے کوئی بھی قول لیجیے! تمام صحابہ کا نیک، صالح، عادل، مخلص، برگزیدہ،، دین کا بے لوث خادم، سچا عاشقِ رسول اور جنتی ہونا ثابت ہوتا ہے۔

لگتا ہے کہ جاہل رافضیوں کو اپنے گھر کی بھی خبر نہیں، جہل وتعصب نے اُن کی مَت ماردی ہے کہ ضلالت کی گھٹا ٹوپ تاریکیوں میں بھٹکتے ہوئے آج تک یہی راگ اَلاپ رہے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد چند صحابہ کے علاوہ سب مرتد ہوگئے تھے۔ معاذ اللہ رب العالمین۔

اِس طرح کے غالی رافضیوں کے پاس سوائے سچی توبہ کے کوئی اور چارہ نہیں ہے۔ نہ یہ، اِس آیتِ کریمہ کا انکار کرسکتے ہیں اور نہ ہی اپنے محقق شیخ طبرسی کی تفسیر کا رد کرسکتے ہیں؛ کیوں کہ اوّلاً "مجمع البیان فی تفسیر القرآن" اہلِ تشیع کے یہاں علمِ تفسیر کی بڑی معتبر اور

بے نظیر کتاب ہے، شیعہ دانش مندوں نے کھل کر اس کی تعریف کے پل باندھے ہیں اور اُنھوں نے اِسے علمِ تفسیر کے قدیم ترین منابع (سرچشموں) میں سے شمار کیا ہے۔

ثانیاً اُن کے دیگر فضلا و مفسرین نے بھی اِسی قسم کی گفتگو کی ہے، یہ نادان کس کس کا انکار کریں گے اور کس کس سے منہ موڑیں گے؟

شیخ طبرسی کے نزدیک تمام صحابہ عادل:

شیخ طبرسی اِس آیتِ کریمہ کا معنٰی بیان کرتے ہوئے مزید فرماتے ہیں:

اَلْمَعْنٰی: لَمَّا تَقَدَّمَ ذِكْرُ الْمُنَافِقِيْنَ وَالْكُفَّارِ عَقَّبَهٗ سُبْحَانَهٗ بِذِكْرِ السَّابِقِيْنَ اِلَى الْاِيْمَانِ فَقَالَ: (وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ) اَیْ: اَلسَّابِقُوْنَ اِلَى الْاِيْمَانِ وَ اِلَى الطَّاعَاتِ وَ اِنَّمَا مَدَحَهُمْ بِالسَّبَقِ لِاَنَّ السَّابِقَ اِلَى الشَّيْءِ يَتْبَعُهٗ غَيْرُهٗ فَيَكُوْنُ مَتْبُوْعًا وَ غَيْرُهٗ تَابِعٌ لَّهٗ فَهُوَ اِمَامٌ فِيْهِ وَدَاعٍ لَّهٗ اِلَى الْخَيْرِ بِسَبَقِهٖ اِلَيْهِ۔ وَ كَذٰلِكَ مَنْ سَبَقَ اِلَى الشَّرِّ يَكُوْنُ أَسْوَأَ حَالًا لِهٰذِهِ الْعِلَّةِ (مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ) اَلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْ مَّكَّةَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ وَ اِلَى الْحَبْشَةِ (وَالْاَنْصَارِ) اَیْ مِنَ الْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ سَبَقُوْا نُظَرَاءَهُمْ مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ اِلَى الْاِسْلَامِ وَمَنْ قَرَأَ (الْاَنْصَارُ) بِالرَّفْعِ لَمْ يَجْعَلْهُمْ مِنَ السَّابِقِيْنَ وَ جَعَلَ السَّبَقَ لِلْمُهَاجِرِيْنَ خَاصَّةً (وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ) اَیْ بِأَفْعَالِ الْخَيْرِ وَالدُّخُوْلِ فِي الْاِسْلَامِ بَعْدَهُمْ وَسُلُوْكِ مِنْهَاجِهِمْ۔

وَ يَدْخُلُ فِيْ ذٰلِكَ مَنْ يَّجِيْئُ بَعْدَهُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ (رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ) اَخْبَرَ سُبْحَانَهٗ اَنَّهٗ رَضِيَ عَنْهُمْ اَفْعَالَهُمْ وَ رَضُوْا عَنِ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ لِمَا اَجْزَلَ لَهُمْ مِّنَ الثَّوَابِ عَلٰى طَاعَاتِهِمْ وَ اِيْمَانِهِمْ بِهٖ وَ

يَقِينِهِمْ (وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا) يَبْقَوْنَ بِبَقَآءِ اللهِ مُنْعَمِيْنَ (ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ) اَیِ الْفَلَاحُ الْعَظِيْمُ الَّذِیْ يَصْغُرُ فِیْ جَنْبِهٖ كُلُّ نَعِيْمٍ۔ وَ فِیْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ دَلَالَةٌ عَلٰى فَضْلِ السَّابِقِيْنَ وَ مَزِيَّهِمْ عَلٰى غَيْرِهِمْ لِمَا يَلْحَقُهُمْ مِنْ اَنْوَاعِ الْمَشَقَّةِ فِیْ نُصْرَةِ الدِّيْنِ۔ [مجمع البیان فی تفسیر القرآن، ج:۵، ص۸۶]

ترجمہ مع تشریح: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کفار ومنافقین کے ذکر کے بعد (ثابت ہوا کہ اب جن کا ذکر ہونے جا رہا ہے وہ کفار ومنافقین میں سے نہیں ہیں) **ایمان کی طرف سبقت کرنے والے صحابہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ''ایمان اور فرماں برداری کی طرف سبقت کرنے والے''** (پتہ چلا کہ ایمان کی طرف سبقت کرنے والے صحابہ، اپنے ایمان میں مخلص اور کامل تھے، اُن میں نفاق تو دور ضعفِ ایمان بھی نہ تھا)

اللہ تعالیٰ نے ''سبقت کرنے'' کو اُن کی صفتِ مدح قرار دیا؛ کیوں کہ جو شخص خیر (کسی اچھی چیز) کی جانب سب سے پہلے سبقت کرتا ہے، اُس میں دوسرے لوگ اُس کی پیروی کرتے ہیں۔ نتیجتاً وہ متبوع ہوتا ہے اور دوسرے لوگ اُس کے تابع؛ لہٰذا اُس خیر کی طرف سبقت کرنے کے سبب وہ مقتدیٰ وامام بن کر دوسروں کو اُس کارِ خیر کی طرف بلاتا ہے۔

(معلوم ہوا کہ سابقینِ اولین مثلاً حضرت سیدنا صدیقِ اکبر، حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم، حضرت سیدنا عثمان ذوالنورین، حضرت سیدنا علی شیرِ خدا وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، دوسرے تمام مسلمانوں کے مقتدیٰ وامام ہیں، کہ سب سے پہلے انھوں نے ہی اسلام کی طرف سبقت کی اور دوسروں کو رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دامن سے وابستہ ہونے کی ترغیب دی۔ اب قیامت تک جتنے بھی اہلِ ایمان ہوں گے اُن کے ایمان و اعمالِ صالحہ کا مجموعی اجر وثواب اِن حضرات کے حصے میں آئے گا اور اُن کے ثواب میں کچھ

کمی بھی واقع نہ ہوگی۔اب یہ کتنی بڑی زیادتی ؛ بلکہ بدبختی ہے کہ حضرت علی مولاے کائنات کرم اللہ وجہہ الکریم کواولینِ سابقین میں شمارکر کے مسلمانوں کا مقتدیٰ وامام تسلیم کیا جائے اور خلفاے ثلاثہ پر کفرونفاق کا الزام لگا کرانھیں برسرِ عام منہ بھر گالیاں دی جائیں اوردوسروں کواُن کی توہین پر ابھارا جائے)۔

اِسی علت کے سبب شر(برائی) کی طرف سبقت کرنے والاسب سے زیادہ برااور بد بخت کہلاتا ہے۔(اِسی لیے ہم کہتے ہیں کہ:

- جن بدبختوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مقدس صحابہ کی مذمت میں روایتیں گھڑیں۔
- خلفاے ثلاثہ کی خلافت کاانکارکر کےاُن کی شان میں مغلظات بکے۔
- حضورصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تین کے علاوہ تمام صحابہ کے مرتد ہونے کا اعلان کیا۔
- حضرتِ علی شیرِ خداکونبیوں سے افضل کہا۔
- قرآنِ مقدس کوناقص کہہ کراسلام کی بنیادکومنہدم کیا۔
- اورسبِّ صحابہ جیسے شرّ کی جانب سبقت کر کے، بعد کے لوگوں کوتوہینِ صحابہ کی ترغیب دی۔

وہ سب کے سب بعد میں آنے والے تمام سڑے ہوئے، بدبودار رافضیوں کے امام ومقتدیٰ ہیں، قیامت تک صحابۂ کرام کی شان میں جتنی بھی بدتمیزیاں ہوں گی سب کا وبال اُن شیطانوں کے سروں پر ہوگا اور گستاخی کرنے والوں کے عذاب میں کچھ کمی بھی واقع نہ ہوگی۔

’’مہاجرین میں سے‘‘ یعنی اُن لوگوں میں سے جنھوں نے مکۂ مکرمہ سے مدینۂ

منورہ اور حبشہ کی جانب ہجرت کی۔''اور انصار میں سے''یعنی جن اہلِ مدینہ نے مہاجرین کی طرح اسلام کی جانب سبقت کی۔اور جن قُرَّا نے''الانصار'' کو مرفوع پڑھا ہے، اُنھوں نے انصار کو سابقینِ اولین میں شمار نہیں کیا ہے؛ بلکہ سبقت الی الاسلام کو مہاجرین کا خاصہ قرار دیا ہے۔''اور جنھوں نے اچھائی کے ساتھ اُن کی پیروی کی''یعنی مہاجرین وانصار کے بعد جنھوں نے اسلام قبول کیا، نیکیاں کیں اور اُن کے منہج (راستے) کو اختیار کیا۔

اِس عموم میں مہاجرین وانصار کے بعد قیامت تک آنے والے تمام مسلمان داخل ہیں۔''اللہ اُن سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے''۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے خبر دی کہ وہ اُن کے کاموں سے خوش ہوا اور وہ اللہ عز وجل سے راضی ہوئے؛ کیوں کہ اللہ عز وجل نے اُنھیں اُن کے ایمان ویقین اور طاعات کے سبب بے حساب اجر وثواب سے مالا مال فرمایا۔

(ثابت ہوا کہ اللہ عز وجل نے حضرتِ ابو بکر، حضرتِ عمر، حضرتِ عثمان اور دیگر صحابۂ کرام کو اُن کے ایمان ویقین اور طاعات وعبادات کے سبب بے حساب اجر وثواب سے مالا مال فرمایا ہے، یہ حکم اُسی وقت متحقق ہوگا جب کہ اُنھیں تا دمِ حیات ایمان پر قائم و دائم تسلیم کیا جائے؛ لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ حضرات تا دمِ حیات ایمان واخلاص پر قائم رہے، یہ ممکن ہی نہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصالِ اقدس کے فوراً بعد یہ حضرات زمانۂ جاہلیت کی طرف پلٹ گئے ہوں)

''اور اُس نے اُن کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے دریا جاری ہیں، جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے''یعنی مِنْ جَانِبِ اللہ ہمیشہ نعمتوں میں باقی رہیں گے۔''یہی بڑی کامیابی ہے''یعنی یہ ایسی عظیم کامیابی ہے جس کے سامنے ہر نعمت ہیچ ہے۔ یہ آیتِ کریمہ اِس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ سابقینِ اولین کو دوسروں پر فضیلت وبرتری

حاصل ہے؛ کیوں کہ اُنھوں نے دین کی نصرت وحمایت میں بڑی مشقتیں برداشت کیں۔(انتہیٰ)

اِس تفسیر سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگیا کہ سابقینِ اولین کا مقام انتہائی بلند ہے،کوئی دوسرا اُن کے مرتبے تک نہیں پہنچ سکتا۔اُنھیں یہ عظمت ورفعت اِس لیے ملی کہ اُنھوں نے پورے اخلاص کے ساتھ دینِ اسلام کی نصرت وحمایت کی،پیغمبرِ اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں سخت ترین مشقتیں اورزہرہ گداز پریشانیاں برداشت کیں،اپنے آبائی دین کوترک کرکے،اپنے عزیزوں اوررشتے داروں کونہ صرف یہ کہ چھوڑا؛ بلکہ وقت پڑاتو اُن سے جنگ بھی کی اوراُنھیں قتل بھی کیا۔

اِسی لیے خوش ہوکررب تعالیٰ نے انھیں اپنی رضا،فوزِعظیم اورجنت کی دائمی نعمتوں کا مژدہ سنایا۔بعد میں جس کوبھی یہ مقام ملایا ملے گااِنھی نفوسِ قدسیہ کے طفیل مِلا اور ملے گا۔ اللہ رب العزت علام الغیوب ہے،بعد میں کیا ہونے والا ہے سب کچھ اُس کی نگاہِ قدرت کے سامنے ہے؛ اگر اِن حضرات سے بعد میں کفرسرزد ہونے والا ہوتا اور یہ حضرات حضرت علی کا حقِّ خلافت غصب کرکے مرتد ہونے والے ہوتے تووہ ہرگز اُنھیں اِس عظیم بشارت کاحق دارنہ ٹھہراتا۔

اِن چاروں آیاتِ کریمہ اورفریقین کی کتبِ تفاسیر سے واضح ہوا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تربیت یافتہ تمام صحابہ اپنے ایمان میں انتہائی مخلص اورکفرونفاق سے اربوں کھربوں میل؛ بلکہ اِس سے بھی زیادہ دور تھے،وہ سب اپنے آقاومولا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ ظاہری تک اپنے اخلاص پرقائم رہے،دینِ کی سربلندی کے لیے بے بہا قربانیاں پیش کیں،اہلِ بیتِ کرام سے سچی محبت کی،اپنی عزت وآبرواورجان ومال کوحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ایک اشارۂ ابروپرقربان کیا،جس کے نتیجے میں قرآنِ مقدس نے

اُن کے مناقب بیان کیے اور اللہ رب العزت نے دنیا ہی میں اُنھیں جنت کی بشارت دی۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد بھی یہ حضرات دین کے بے لوث خادم رہے اور پوری طاقت وتوانائی کے ساتھ اگر دینِ متین کی تبلیغ کی تو دشمنانِ دین کے سر بھی اتارے۔ انھی کی قربانیوں کا نتیجہ ہے کہ آج دنیا کے گوشے گوشے میں اسلام کا پرچم لہرا رہا ہے اور مخالفین کی کثرت کے باوجود اسلام پھل پھول رہا ہے۔

صرف چار آیات پر اکتفا کیا گیا ہے؛ ورنہ قرآنِ مقدس میں ایسی درجنوں آیاتِ کریمہ ہیں جو صحابۂ کرام کی **''عظمت وشان''** کو بڑے واضح طور پر بیان کررہی ہیں۔ کیوں کہ ماننے والے خوش نصیب کے لیے ایک آیت ہی کافی ہے اور نہ ماننے والے سرکش و بد بخت کے لیے دفتر کے دفتر بھی بے سود ہیں۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک صحابہ کا مقام:

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بھی متعدد بار اپنے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے مراتب بیان فرمائے، اپنی امت کو اُنھیں بُرا کہنے سے روکا، اُن کی شانِ ارفع واعلیٰ میں بے ادبی کا لفظ بولنے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا اور زبانِ طعن دراز کرکے اُن کی عظمت کو کم کرنے کی کوشش کرنے والوں پر شِدَّت فرمائی۔ اِس سلسلے کی چند روایتیں ملاحظہ فرمائیں:

(۱) حضرتِ ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبیِّ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ فَلَوْ اَنَّ اَحَدَکُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِهِمْ وَلَا نَصِیْفَهٗ۔ [الصحیح للامام البخاری، کتاب فضائل الصحابة، باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم لو کنت متخذا خلیلا، رقم

الحدیث: ۳٤۷۰. الصحیح للامام مسلم، کتاب فضائل الصحابة،باب تحریم سب الصحابة،رقم الحدیث: ۲٥٤۰]

ترجمہ: میرے صحابہ کو گالی مت دینا؛ کیوں کہ (میری صحبتِ بافیض کی برکت سے اُن کی شان یہ ہوگئی کہ) اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر (بھی) سونا (راہِ خدا) میں خرچ کرڈالے تب بھی (اس کا ثواب) اُن میں سے کسی کے (راہِ خدا میں خرچ کیے گئے) سیر یا آدھے سیر (غلّے کے ثواب) کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا۔

(۲) حضرتِ سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور رحمتِ عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا:

إِذَا رَأَيْتُمُ الَّذِيْنَ يَسُبُّوْنَ أَصْحَابِي فَقُوْلُوْا لَعْنَةُ اللهِ عَلىٰ شَرِّكُمْ۔

[الجامع للامام الترمذی، کتاب المناقب عن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه و آله وسلم، باب ما جاء فی فضل من رأی النبی صلی الله تعالیٰ علیه و آله وسلم و صحبه، رقم الحدیث: ۳۸٦٦]

ترجمہ: جب تم میرے صحابہ کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے والوں کو دیکھنا تو کہنا: تمھارے شر پر اللہ کی لعنت ہو۔

(۳) حضرت سیدنا عبداللہ ابن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضور منوّرِ کائنات محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا:

اللهَ اللهَ فِي أَصْحَابِي، لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا بَعْدِي، فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّي أَحَبَّهُمْ، وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِي أَبْغَضَهُمْ، وَمَنْ آذَاهُمْ فَقَدْ آذَانِي، وَمَنْ آذَانِي فَقَدْ آذَى اللهَ، وَمَنْ آذَى اللهَ فَيُوْشِكُ أَنْ يَأْخُذَهُ-

[الجامع للامام الترمذی، کتاب المناقب عن رسول الله صلی الله تعالیٰ

علیه و آله وسلم، باب فیمن سب اصحاب النبی صلی الله تعالیٰ علیه و آله وسلم، رقم الحدیث: ۳۸۶۲]

ترجمہ: میرے صحابہ کے سلسلے میں اللہ عز وجل کا خوف کرتے رہنا، میرے بعد انھیں تنقید کا نشانہ نہ بنانا، جس نے اُن سے محبت کی اس نے میری محبت ہی کے سبب اُن سے محبت کی اور جس نے اُن سے نفرت کی اُس نے مجھ سے نفرت کرنے ہی کی وجہ سے ان سے نفرت کی۔ جس نے اُنھیں تکلیف دی اُس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اُس نے اللہ کو ایذا دینے کی کوشش کی اور جو اللہ کو ایذا دینے کی سعی کرے گا، وہ اُسے عن قریب گرفتارِ عذاب فرمائے گا۔

(۴) حضرتِ سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور سرورِ عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ سَبَّ أَصْحَابِي فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ۔

[المعجم الکبیر للامام الطبرانی، رقم الحدیث: ۱۲۷۰۹]

ترجمہ: جو (بدبخت) میرے صحابہ کو بُرا کہے اُس پر اللہ عز وجل، اُس کے فرشتے اور تمام لوگوں کی لعنت و پھٹکار ہو۔

(۵) حضرتِ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آقائے کریم نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

خَيْرُ أُمَّتِي الْقَرْنُ الَّذِيْنَ يَلُوْنَنِي ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ- [الصحیح للامام البخاری، کتاب الشهادات، باب لا یشهد علی شهادة زور اذا شهد، رقم الحدیث: ۲۵۰۹]

ترجمہ: میری اُمت کے بہترین لوگ وہ ہیں جو میرے قریب ہیں، پھر وہ لوگ جو

اُن سے قریب ہیں، پھر وہ لوگ جو اُن سے قریب ہیں۔

(۶) حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آقاے دوعالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَمَسُّ النَّارُ مُسْلِمًا رَاٰنِي أَوْ رَآى مَنْ رَآنِي۔

[الجامع للامام الترمذی، کتاب المناقب عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم، باب ما جاء فی فضل من رأی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم و صحبہ، رقم الحدیث: ۳۸۵۸]

ترجمہ: اُس مسلمان کو دوزخ کی آگ (ہرگز نہیں) چھو سکے گی جس نے مجھے دیکھا یا مجھے دیکھنے والے (صحابہ) کو دیکھا۔

یہ احادیثِ کریمہ اپنے اطلاق وعموم کے سبب تمام صحابہ کو شامل ہیں، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ مبارک سے نکلنے والے یہ الفاظ ''**اصحابی، مسلما راٰنی، القرن الذی یلوننی**'' خلفاے راشدین، عشرۂ مبشرہ، اصحابِ بدر و احد کے علاوہ حضرتِ معاویہ، حضرتِ ابوسفیان، حضرت ہند، حضرت وحشی، حضرتِ زبیر، حضرتِ طلحہ وغیرہم تمام اصحابِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو شامل ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

لہٰذا اِن سے درج ذیل اُمور ثابت ہوئے:

- ہر صحابیِ رسول کو بارگاہِ رسالت سے **عادل ومخلص** ہونے کی سند حاصل ہے۔ اِن سے اہلِ سنت کا یہ عقیدہ واضح ہوتا ہے کہ رسولِ پاک علیہ الصلاۃ والسلام کے تمام صحابہ عادل ہیں، اگرچہ مراتب میں بعض بعض سے بلند ہیں۔
- اصحابِ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے اخلاص کا کسی دوسرے کے خلوص سے موازنہ نہیں کیا جا سکتا۔ اگر کوئی غیرِ صحابی اُحد پہاڑ کے برابر (بھی) سونا راہِ خدا میں خرچ کر

ڈالے تو وہ اتنا ثواب نہیں پائے گا جو آدھا سیر غلہ خرچ کرنے پر صحابیِ رسول کو بارگاہِ رب العالمین سے ملا۔

- صحابۂ کرام کو گالیاں دینے والے ملعون ومردود اور رحمتِ الٰہی سے دور ہیں۔
- صحابہ سے محبت کرنا حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کی دلیل اور اُن سے بغض رکھنا آپ سے نفرت کی نشانی ہے۔
- جن کے دلوں میں بغضِ صحابہ ہوگا وہ ضرور بالضرور دوزخ میں پھینکے جائیں گے۔
- اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا السلام والتحیۃ میں جماعتِ صحابہ سب سے افضل ہے۔
- ایمان کی حالت میں صحابۂ کرام کا دیدار کرنے والے بھی رب تعالیٰ کے فضل وکرم سے دوزخ میں نہیں جائیں گے۔تو کیا معاذ اللہ صحابۂ کرام دوزخ کی آگ میں جھونکے جائیں گے؟

اِن احادیثِ کریمہ میں خطاب صحابہ کے بعد آنے والے مسلمانوں سے ہے، یعنی کسی غیرِ صحابی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ **مشاجراتِ صحابہ** (یعنی صحابہ کے آپسی اختلافات) میں پڑ کر، کسی ایک فریق کی محبت میں، دوسرے فریق کی توہین وتذلیل کرے؛ کیوں کہ یہ سخت حرام وناجائز؛ بلکہ بعض صورتوں میں کفر تک ہے۔ہم پر، صحبتِ مصطفیٰ کے سبب، ہر صحابیِ رسول کا ادب واحترام فرض ہے۔صحابہ معصوم نہ تھے، بتقاضاے بشری اُن سے غلطیاں سرزد ہوئیں اور اجتہادی خطائیں واقع ہوئیں؛ مگر چوں کہ یہ شرف وکمال اُنھیں اعمالِ صالحہ یا ریاضات ومجاہدات کی بنا پر نہیں ملا ہے؛ بلکہ بحالتِ ایمان فقط صحبتِ مصطفیٰ نے انھیں اِس سے سرفراز کیا ہے؛ اِس لیے جس کی صحبت ثابت ہے اس کا احترام فرض ہے خواہ وہ جیسا بھی ہو۔اگر کوئی بدبخت کسی ادنیٰ صحابی کی شان میں بھی گستاخی کرتا ہے تو وہ مذکورہ وعیدوں کا حق دار ہے، اُس پر اللہ کی، تمام فرشتوں کی؛ بلکہ تمام انسانوں کی لعنت ہے۔

دلائلِ عقلیہ سے عدالتِ صحابہ پر استدلال:

اب صحابۂ کرام کی ثابت قدمی اور اُن کے اخلاص پر **''چند عقلی دلائل''** پیش کیے جا رہے ہیں، یہ عقلی دلائل ماضی قریب کے عظیم مفسر ومحدث حضرت علامہ غلام رسول صاحب سعیدی علیہ الرحمہ کی معرکۃ الآراء تصنیف **''شرح مسلم، ج:۶''** سے ماخوذ ہیں۔ راقم عوامِ اہلِ سنت کی تفہیم کے لیے نہایت آسان لب ولہجہ میں اُن کا خلاصہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔

پہلی دلیل:

یہ نا قابلِ انکار حقیقت ہے کہ جب رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نبوت و رسالت کا اعلان فرمایا تو تمام رشتے دار اور مکۂ مکرمہ کے تمام باشندے آپ کے سخت مخالف ہو گئے۔ چھ سال کی انتھک کوشش کے باوجود چالیس سے بھی کم لوگ مسلمان ہوئے، چھ سال کے بعد جب مسلمانوں کی تعداد میں کچھ اضافہ ہوا تو علی الاعلان اسلام کی تبلیغ کی جانے لگی، جس کے سبب مشرکینِ مکہ بھڑک اُٹھے اور وہ مسلمانوں کو ستانے اور اُن پر ظلم کے پہاڑ توڑنے لگے بالآخر مسلمانوں کو ہجرت کا پروانہ ملا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مکۂ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینۂ منورہ تشریف لے گئے۔ وہاں کچھ ہی عرصے میں اسلام نے اِس قدر ترقی کر لی کہ چند سالوں میں مسلمانوں کی تعداد ایک لاکھ سے بھی تجاوز کر گئی اور لوگ اللہ کے دین میں فوج درفوج داخل ہونے لگے۔

اِس جگہ قابلِ غور بات یہ ہے کہ جن لوگوں نے شروع شروع میں اسلام کی دعوت کو قبول کیا اور اسلام قبول کرنے کے جرم میں بے شمار تکلیفوں کا سامنا کیا، اُن کے اسلام قبول کرنے کا سبب کیا تھا؟ انھوں نے رب تعالیٰ کی رضا کے لیے اسلام قبول کیا تھا یا دنیا کی دولت حاصل کرنے کے لیے۔ یہ ممکن نہیں کہ اُنھوں نے دنیا کمانے کے لیے اسلام قبول کیا

ہو؛ کیوں کہ کسے پتہ تھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی یہ **دعوت آگے چل کر ایسی عظیم الشان کامیابی حاصل کر لے گی کہ دنیا کے بڑے بڑے بادشاہوں کے تاج مسلمانوں کے قدموں میں ہوں گے**، اُس وقت تو مسلمانوں کو دو وقت کا کھانا بھی میسر نہ تھا، اُس وقت اسلام قبول کرنا **جان ہتھیلی پر رکھنے اور سر پر کفن باندھنے** کے مترادف (جیسا) تھا۔

اِس لیے ماننا پڑے گا کہ صحابۂ کرام نے دنیاوی مال و دولت کے لیے نہیں؛ بلکہ صرف رضائے الٰہی کے لیے دینِ اسلام قبول کیا تھا۔ جنھوں نے اپنے رب کو راضی کرنے کے لیے انتہائی خلوص کے ساتھ اسلام قبول کیا ہو اور اُس کی حفاظت کے لیے بے شمار تکلیفیں برداشت کی ہوں، وہ **رسولِ خدا** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم **کے وصال کے بعد دینِ اسلام سے پھر جائیں** عقلِ سلیم یہ ماننے کے لیے قطعاً تیار نہیں۔

دوسری دلیل:

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے حضور رحمتِ عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بلا واسطہ تعلیم پائی، ہزاروں صحابہ، مسلسل کئی سالوں تک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت میں رہے، اُنھیں طویل زمانے تک محبوبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت اور رفاقت میں رہنے کا شرف ملا، وہ ہمیشہ آپ کی اقتدا میں نمازیں پڑھتے اور آپ کے ساتھ جہاد کرتے، سفر و حضر میں آپ کے ساتھ رہتے اور شب و روز آپ سے وعظ و نصیحت سنتے اور رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی صبح و شام اپنے غلاموں کو دعاؤں سے نوازتے۔

پھر بھی شیعہ کہتے ہیں کہ وہ **کفر و نفاق پر ڈٹے رہے** اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پردہ کرتے ہی **تین کے سوا سب مرتد ہو گئے**، معاذ اللہ۔ اب بتایا جائے کہ یہ غالی رافضی کس کی خامی (کمی) تلاش کر رہے ہیں اور کس کا نقص (عیب) بیان کر رہے ہیں؟ یہ نادان صحابہ میں نہیں؛ بلکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم و تربیت میں عیب تلاش کر رہے ہیں۔

کیا حضور خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم وتربیت ایسی ہی بے فیض تھی کہ ۲۳؍سالوں تک تبلیغ کرنے کے باوجود آپ تین چار کے سوا کسی کو سچا اور مخلص مسلمان نہ بنا سکے! جائے تعجب ہے کہ دیگر نبیوں کے پیروکاروں کی تعداد تو اچھی خاصی رہی اور حضور خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پیروکاروں کی تعداد تین چار ہی میں محدود رہی!

کیا اِس سے بھی بڑا کوئی سفید جھوٹ ہوسکتا ہے؟ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب متفقہ طور پر تمام رسولوں سے افضل اور اللہ عزوجل کے محبوب ہیں تو آپ کے افضل ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ آپ پر ایمان لانے والوں کی تعداد بھی سب سے زیادہ ہو۔ جو لوگ یہ بکواس کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد صرف تین چار یا سات لوگ ہی ایمان واسلام پر قائم رہے باقی مرتد ہوگئے، وہ لوگ درحقیقت صحابۂ کرام کی نہیں؛ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تنقیص (توہین) کر رہے ہیں اور آپ کی محبوبیت و افضلیت کو داغ دار کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

اللہ ربُّ العزت نے قرآنِ مقدس میں کئی مقام پر اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم وتربیت اور تزکیہ (یعنی لوگوں کو کفر وشرک اور بدعملیوں سے پاک وصاف کرنے) کی تعریف وتوصیف کی ہے؛ بلکہ آپ کا مقصدِ بعثت ہی تعلیم وتزکیہ کو قرار دیا ہے، تو اگر یہ کہا جائے کہ ۲۳؍سالہ جد وجہد کے نتیجے میں صرف تین چار نفوس (لوگ) ہی مسلمان ہوئے تھے تو بتایا جائے کہ کیا ایسی تعلیم وتربیت تحسین وستائش (تعریف) کے قابل ہوسکتی ہے؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم وتربیت اُسی وقت قابلِ ستائش (تعریف کے قابل) ہوسکتی ہے جب کہ اِس حقیقت کا اعتراف کیا جائے کہ آپ کی دعوت وتبلیغ بے انتہا موثر تھی، اس کے نتیجے میں بے شمار لوگ مسلمان ہوئے اور وہ حضرات وصالِ اقدس کے بعد بھی اپنے ایمان و اخلاص پر قائم رہے۔ جیسا کہ ہم اہلِ سنتِ وجماعت کا عقیدہ ہے۔

تیسری دلیل:

چوں کہ ہمارے نبی حضرت **محمد مصطفیٰ** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم **اللہ رب العزت** کے آخری نبی ہیں، آپ کے بعد کسی نبی کا آنا ممکن نہیں، اِس لیے اللہ عز وجل نے تمام نبیوں کے معجزات وکمالات کو آپ کی ذاتِ اقدس میں جمع فرما کر دعوت وتبلیغ اور رشد وہدایت کے تمام طریقے آپ کو عطا فرمائے؛ تا کہ کوئی بھی گروہ آپ کے فیضانِ نبوت سے محروم نہ رہے، کوئی بھی شخص آپ کی تعلیم وتربیت سے بے بہرہ نہ ہو اور کسی کے لیے آپ پر ایمان نہ لانے کا کوئی عذر (بہانا) باقی نہ رہے۔

اللہ رب العزت نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ہر لحاظ سے جامع بنا کر بھیجا؛ تا کہ فصاحتِ لسانی میں شہرت رکھنے والے قرآنِ مقدس کے اِعجاز کو دیکھ کر مسلمان ہو جائیں۔ علم وحکمت کا دعویٰ کرنے والے آپ کی حکیمانہ تعلیمات سے متاثر ہو کر ایمان لے لائیں۔ خود کو شجاعت ومردانگی میں یگانۂ روزگار سمجھنے والے میدانِ جنگ میں آپ سے مغلوب ہو کر آپ کی غلامی قبول کرلیں۔

آپ کو تمام نبیوں اور رسولوں کے اوصاف وکمالات سے متصف کرنے کا مقصد یہی تھا کہ آپ کی پُر اثر تبلیغ سے لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہوں اور دینِ اسلام تمام ادیان پر غالب ہو؛ کیوں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی اللہ کے آخری پیغمبر ہیں، آپ کے بعد کوئی بھی پیغمبر آنے والا نہیں ہے، اِس لیے آپ کی دعوت وتبلیغ کو ہر اعتبار سے پُر اثر بنایا گیا اور رشد وہدایت کے تمام طریقوں سے آپ کو سرفراز کیا گیا۔

اب سوچیے! جو شیعہ یہ کہتے ہیں کہ **نبی** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم **کی تبلیغ سے صرف چند لوگ مسلمان ہوئے اور باقی جو لوگ زندگی بھر آپ کے ساتھ رہے وہ آپ کی زندگی میں منافق تھے اور وصال فرمانے کے بعد مرتد ہو گئے** اُن کے اعتبار سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم

النبیین بنانے کا مقصد کیسے پورا ہوا اور دینِ اسلام باقی دینوں پر کیسے غالب ہوا؟ جس دین کے بانی سے صرف چند لوگ مسلمان ہوئے ہوں اُس دین کے دیگر مبلغین سے کوئی کیا مسلمان ہوگا! نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سب رسولوں سے افضل ہیں اور رسولوں پر آپ کی افضلیت اُسی وقت متحقق (ثابت) ہوگی جب کہ آپ کی تبلیغ سے ایمان لانے والوں کی تعداد تمام رسولوں پر ایمان لانے والوں سے کئی گنا زیادہ ہو۔

اگر بقولِ شیعہ **تیئیس سالہ تبلیغی کوششوں کے نتیجے میں آپ پر صرف چند لوگ ایمان لائے تو** تمام رسولوں پر آپ کی افضلیت کیسے ثابت ہوگی؟؛ لہٰذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خاتم النبیین اور افضل الرسل ہونے اور دینِ اسلام کے تمام ادیان پر غالب ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ آپ پر ایمان لانے والے صحابۂ کرام کی تعداد سب نبیوں اور رسولوں کے اصحاب سے زائد ہو اور اُن کا ایمان و اسلام سب نبیوں کے اصحاب کے ایمان سے زیادہ مضبوط و مستحکم ہو۔ [شرح مسلم، ج:۶،ص: ۸۶۲ تا ۸۶۴، موضحاً ومسہلاً]

عقل و دانش سے تعلق رکھنے والا کوئی بھی شخص اِن دلائل کا انکار نہیں کرسکتا: ہاں اگر گدھے کی طرح علم و عقل سے محروم انسان اِن کا انکار کرے تو اُسے گدھے ہی کی طرح معذور رکھا جائے گا؛ لہٰذا رافضیوں کا یہ دعویٰ کہ

”چند کے سوا سبھی صحابہ، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم **کے زمانے میں منافق تھے اور حضور** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم **کے وصال کے بعد مرتد ہوگئے تھے۔“**

کسی مجنون کی بڑ سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا، جو کہ عقل و نقل اور روایت و درایت ہر لحاظ سے باطل و مردود ہے۔

اِس طرح کے اہلِ تشیع پر واجب ہے کہ اپنے اِس خبیث عقیدے سے رجوع کریں، تمام صحابۂ کرام کی عظمت و رفعت تسلیم کریں، اُن کی عدالت و اخلاص کو مان کر اپنی

عقل مندی کا ثبوت دیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پناہ میں آکر اپنی ہوش مندی کا اظہار کریں۔ ورنہ مرنے کے بعد تو سبھی کو ہوش آجائے گا۔

آج لے اُن کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

اب تک کی گفتگو میں عمومی طور پر تمام صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی عدالت، ثقاہت اور شانِ اِخلاص وللّٰہیت کو ناقابلِ اِنکار دلائلِ عقلیہ ونقلیہ سے واضح کیا گیا ہے اور مخالفین کی معتبر ومستند کُتُب سے بھی ثابت کیا گیا ہے کہ حضور جانِ عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تربیت یافتہ تمام صحابۂ کرام دینِ متین کے بے لوث خادم تھے، اُنھوں نے اسلام کی نشر واشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، اِعلاے کلمۃ الحق کے لیے جہاد کیا؛ بلکہ ناموسِ توحید ورسالت اور عقائدِ اسلامیہ کے تحفظ کے لیے اپنی عزت وآبرو اور جان ومال سب کو راہِ خدا میں قربان کر دیا۔

نیز براہینِ قاطعہ سے غالی اہلِ تشیع کے اِس خبیث عقیدے کہ **"حضور** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم **کے وصال کے بعد دو چار صحابہ کو چھوڑ کر سبھی مسلمان مرتد ہو کر زمانۂ جاہلیت کی طرف پلٹ گئے تھے"** کے بخیے بھی اُدھیڑے دیے گئے ہیں۔ **فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔**

ایک اہم وضاحت:

یہ بھی واضح رہے کہ یہ عقیدہ تمام رافضیوں کا نہیں ہے؛ بلکہ بعض مخصوص قسم کے سڑے ہوئے انتہائی بدبودار روافض ایسا عقیدۂ خبیثہ رکھتے ہیں، جسے اُن کے بعض نہایت جاہل اور غالی قسم کے مولویوں نے اپنی اپنی کتابوں میں خوب مرچ مسالہ لگا کر بیان کیا ہے۔

چوں کہ اِس عقیدۂ خبیثہ کی زَد (مار) اسلام کی بنیاد، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی

ناموس اور آپ کی تعلیم وتربیت پر پڑتی ہے؛اس لیے اکثر روافض اِسے علی الاعلان بیان کرنے سے گریز کرتے ہیں ؛ بلکہ تقیہ کرکے اِس سے براءت کا اعلان واظہار بھی کرلیتے ہیں،مگر میری معلومات کی حدتک اب تک کسی بھی رافضی میں یہ جرأت وجسارت نہ ہوئی کہ ایسی باتیں لکھنے والے اپنے مولویوں کی تردید کرے یا اُن کی کتابوں سے ایسی منگھڑت عبارتیں نکالنے کی کوشش کرے۔

ہر صحابیِ رسول کی تعظیم ضروری ہے:

بہرحال ہر صحابیِ رسول شرفِ صحبت کی وجہ سے معظَّم ہے، اُن کی تعظیم وتوقیر ہر اُس شخص پر فرض ہے جوخود کو آقاے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا امتی کہتا ہے۔اُن پر طعن وتشنیع کرنا، انھیں غیر مناسب الفاظ سے یاد کرنا، اُن کی قربانیوں سے مکمل چشم پوشی اختیار کر لینااور بعض باتوں کی وجہ سے اُن پر تبرّ ا کرتے رہنا کسی بھی مسلمان کے لیے ہرگز ہرگز جائزنہیں ہے۔اس کی حرمت (حرام ہونا) مندرجہ ذیل وجوہ سے ثابت ہے۔

اولاً اِس لیے کہ اگر ہم میں سے کوئی خراب سے خراب آدمی مَر جاتا ہےتو عادتاً اُس کی برائیوں کو زبان پر لانا عیب سمجھا جاتا ہے، چہ جاے کہ رسولِ پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی برائی زبان پر لائی جائے،اُن کی جناب میں مغلظات بکے جائیں اور پھر خود کو مستحقِ ثواب سمجھا جائے،کیااِس سے بڑی بھی کوئی حماقت و جہالت ہوسکتی ہے؟ کیا محبوب کے ساتھیوں کو گالیاں دے کر اُس کی رضا حاصل کی جاسکتی ہے؟ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

ثانیاً اِس لیے کہ سورۂ فتح کی آیت نمبر ۱۸ واضح طور پر یہ اعلان کررہی ہے کہ جو صحابۂ کرام بیعتِ رضوان میں شریک تھےاور جنھوں نے ببول کے درخت کے نیچے آقاے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ اقدس پر بیعت کی تھی **”اللہ عزوجل اُن سب سے راضی**

ہوگیا'' اور جس سے اللہ راضی ہوگیا وہ مرتد ومنافق کیسے ہوسکتا ہے؟ وہ تو عالم الغیب ہے، اُس کا منافق ومرتد سے راضی ہونا ممکن ہی کب ہے؟

شیعہ کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل اُس وقت تو راضی ہوگیا تھا؛ مگر جب وہ، حضرتِ مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو چھوڑ کر، (حضرت) ابوبکر (صدیق رضی اللہ عنہ) کی خلافت تسلیم کر کے مرتد ہوگئے تو اللہ عزوجل کی رضا بھی جاتی رہی۔ معاذ اللہ رب العالمین من هذه الاقوال الخبیثة۔

اِس بدبختی کا جواب یہ ہے کہ یہ تو ہم جیسے انسانوں کے اوصاف میں سے ہے کہ کسی کی اچھی باتیں دیکھیں تو راضی ہوگئے اور جب برائیوں پر نظر پڑی تو ناراض ہوگئے۔ ایک ہی شخص کے بارے میں ہماری خوشی ناخوشی میں اور ناراضگی رضا میں تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ کیوں کہ ہمیں غیب کا علم نہیں ہے، کل کیا ہونے والا ہے ہمیں کیا خبر؟۔ اِس لیے ہمارے حالات وکوائف تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ اللہ عزوجل تو عالم الغیب والشہادہ ہے، وہ ایسے بندوں سے بھلا کیسے راضی ہوسکتا ہے جو دینِ اسلام سے پھر جانے والے ہوں۔ کیا شیعہ حضرات اپنے رب کو ایسا ہی جاہل وغافل سمجھتے ہیں جو ذرا سی بات میں خوش اور پھر تھوڑی ہی دیر میں ناراض ہوجاتا ہے؟ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

پھر اِن نادانوں کو یہ بھی سوچنا چاہیے کہ اللہ رب العزت نے اِسی آیتِ کریمہ میں فرمایا ہے: فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ۔ یعنی اللہ اُن کی دلی عقیدت کو جانتا تھا، تو اُس نے ان پر سکون نازل فرمایا۔ اِس نظمِ قرآنی نے بتلا دیا کہ اللہ عزوجل نے اُن حضرات سے اپنی رضامندی کا اعلان اِسی لیے فرمایا ہے کہ اُسے معلوم تھا کہ میرے محبوب کے یہ غلام اپنی محبت میں سچے ہیں، یہ اسلام سے پھرنے والے نہیں ہیں۔

شیعہ حضرات اگر اِس کے باوجود حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور

دیگر صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو مرتد کہیں تو وسیم رضوی کی طرح انھیں بھی اپنے ارتداد کا اعلان کر کے تیا گیوں کے گروہ میں داخل ہو جانا چاہیے۔

ثالثاً اِس لیے کہ اللہ رب العزت نے فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ، يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ، فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا۔ [سورۂ فتح، آیت نمبر: ۱۰]

ترجمہ: بے شک جو لوگ آپ کی بیعت کرتے ہیں وہ درحقیقت اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں، اللہ کا ہاتھ ہے ان کے ہاتھوں پر، سو جس نے یہ بیعت توڑی تو اُس کا وبال صرف اُسی پر ہوگا اور جس نے اللہ سے کیا ہوا عہد پورا کیا تو عن قریب اللہ اُسے بہت اجر دے گا۔ [ترجمۂ تبیان القرآن]

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اِس آیتِ کریمہ میں اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کی بڑی زبردست فضیلت بیان فرمائی ہے۔ صاف فرما دیا کہ اے محبوب! جو لوگ آپ کے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر بیعت کر رہے ہیں وہ حقیقت میں مجھ سے بیعت کر رہے ہیں اور اُن کے ہاتھوں پر آپ کا نہیں؛ بلکہ میرا ہاتھ ہے۔ چوں کہ یہ حضرات تا دمِ حیات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کیے گئے اپنے عہد و پیمان پر قائم رہے؛ لہٰذا اجرِ عظیم کے حق دار ٹھہرے۔

دنیا بھر کے غالی شیعوں کو چیلنج ہے کہ وہ یہ ثابت کریں کہ اُن حضرات نے بیعت توڑ دی تھی۔ دن کے اُجالے میں چمکتے سورج کے وجود سے بھی زیادہ ہمیں یقین ہے کہ یہ بدبخت کبھی بھی ثابت نہیں کر سکیں گے۔

اگر بالفرض ان کا بیعت توڑنا ثابت بھی ہو جائے تب بھی لعنت بھیجنے، گالیاں

دینے اور تبرا کرنے کا کیا جواز ہے؟ اللہ عزوجل نے تو بالکل واضح طور پر یہ اعلان فرمایا ہے کہ جو بیعت توڑے گا اُس کا وبال اُسی پر ہوگا، نہ خود اُس نے لعنت بھیجی نہ ہی براءت کا اعلان کیا تو اِن شیعوں کو لعنت بھیجنے اور تبرا کرنے کا حق کیسے حاصل ہو گیا؟

رابعاً اِس وجہ سے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ٘، اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا، اَیُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ یَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ، وَاتَّقُوا اللّٰهَ، اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ۔

[سورۂ حجرات، آیت نمبر: ١٢]

ترجمہ: اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو، بے شک بعض گمان گناہ ہیں اور نہ تم تجسُّس (کسی کے متعلق جاسوسی) کرو، اور نہ ایک دوسرے کی غیبت کرو۔ کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ سو تم اس کو ناپسند کروگے، اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا، بے حد رحم فرمانے والا ہے۔ [ترجمۂ تبیان القرآن]

اِس آیتِ مبارکہ میں ہمیں عام مسلمانوں کے بارے میں بدگمانی کرنے، اُنھیں برے ناموں سے پکارنے اور اُن کی غیبت کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ جب عام مومن کی غیبت کرنا ناجائز ٹھہرا تو اُن نفوسِ قدسیہ کی غیبت اور عیب جوئی کیسے جائز ہوسکتی ہے جن کی تربیت معلّمِ کائنات محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی تھی؟

رافضی حضرات اگر اِس آیتِ کریمہ پر ایمان رکھتے ہیں تو انھیں اپنی تبرا بازی سے فوراً توبہ کرنی چاہیے اور سوچنا چاہیے کہ جب عام مسلمانوں کی عزت وحرمت کا پاس ولحاظ نہ رکھنا رب تعالیٰ کو ناراض کردیتا ہے تو جن کی عظمت وشان کے قصیدے خود قرآن نے

پڑھے ہیں اور جن کی قربانی و جانبازی کی گواہی سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دی ہے، اُن کی شانِ اقدس کو گھٹانے کی کوشش کرنا اور انھیں سب وشتم کر کے اُن کی عزت و حرمت کو پامال کرنے کی سعی کرنا خالقِ کائنات اللہ عزوجل کو کس قدر غضب ناک کرنے والا ہوگا۔ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ۔ (بے شک تیرے رب کی پکڑ ضرور سخت ہے) اللہ سمجھ دے۔

خامساً اِس وجہ سے کہ قرآنِ مقدس میں ہے:

وَ جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَ اَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ۔ [سورۂ شوریٰ، آیت نمبر: ٤٠]

ترجمہ: اور برائی کا بدلہ اُسی کی مثل برائی ہے، پس جس نے معاف کر دیا اور اصلاح کر لی تو اس کا اجر اللہ کے ذمۂ کرم پر ہے، بے شک وہ ظالموں سے محبت نہیں کرتا۔

[ترجمۂ تبیان القرآن]

اِس آیتِ کریمہ میں اللہ رب العزت نے مظلوم کو اپنے اوپر کیے گئے ظلم کا بدلہ لینے کی اجازت تو دی ہے، مگر اِس پابندی کے ساتھ کہ وہ بدلہ لینے میں حد سے آگے نہ بڑھے، تاہم ظالم کو معاف کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے یہ بھی فرمایا ہے کہ **معاف کرنے والے کا اجر و ثواب اللہ کے ذمۂ کرم پر ہے۔** یعنی معاف کرنے کو بدلہ لینے سے بہتر قرار دیا ہے۔

ہم یہ کہتے ہیں کہ حضرتِ علی مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ الکریم اور دیگر اہلِ بیتِ اطہار علیٰ جدہم وعلیہم الصلاۃ والسلام، کامل طور پر رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ طیبہ پر عمل کرنے والے تھے، بھلائی کا حکم دینے، برائی سے منع کرنے، بدلہ نہ لینے اور چشم پوشی اختیار کرنے میں مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت کا عکسِ جمیل تھے۔ **اگر بفرضِ باطل بعض صحابۂ کرام نے اُن حضرات کے ساتھ کوئی ناروا سلوک کیا ہوگا یا اُن کا**

حق غصب کرلیا ہوگا تب بھی اُن کے بارے میں یہی حسنِ ظن رکھنا واجب ہے کہ اُنھوں نے اُن کو معاف کر دیا ہوگا۔اُن پاک باز ہستیوں کے بارے میں یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ انھوں نے عفوودرگزر کے معاملے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ پاک پر عمل نہیں کیا؟

جب انھوں نے معاف کر دیا اور بدلہ نہیں لیا تو شیعوں کو کیا حق پہنچتا ہے کہ اہلِ بیتِ اطہار پر کیے گئے ظلم کا بدلہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر تبرا بازی کے ذریعے لیں اور بلاوجہ ''**مدعی سست، گواہ چست**'' کا مصداق بننے کی ناپاک کوشش کریں؟

ایک چالاکی کا جواب:

بعض شیعہ یہ کہتے ہیں کہ اہلِ بیتِ کرام اور ائمۂ معصومین نے اگر چہ بدلہ نہیں لیا تھا ؛مگر چوں کہ انھوں نے ظلم کرنے والے صحابہ پر لعنت بھیجی تھی اور انھیں برا کہا تھا تو ہم بھی اُن کی تقلید میں اُن پر لعنت بھیجتے اور انھیں برا کہتے ہیں۔

اُن کا یہ دعویٰ باطلِ محض ہے،کوئی بھی شیعہ کسی بھی امام، کسی معتبر کتاب میں کا کوئی ایسا قول نہیں دکھا سکتا جس میں اُس نے کسی صحابیِ رسول پر لعنت بھیجی ہو یا اُنھیں سب وشتم کرنے کا حکم دیا ہو۔ ھاتو برھانکم ان کنتم صادقین۔ جب اُن نفوسِ قدسیہ نے اپنے نانا جان کے اصحاب کے بارے میں کوئی نازیبا بات نہیں کہی تو یہ احمق اُن پر تبرا کر کے کیوں اپنی عاقبت تباہ کررہے ہیں؟

اُن پاکباز ہستیوں کی ذات سے بہت بعید ہے کہ صحابۂ کرام پر لعنت بھیجیں، جب حضور رحمتِ عالَم اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سخت ترین دشمنوں پر بھی لعنت نہیں بھیجی ؛ بلکہ اُنھیں دعاؤں سے نوازا تو اُن کی آلِ پاک کے بارے میں ایسا خیال کیسے کیا جاسکتا ہے؟۔**کیا یہ بدبخت یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اہلِ بیتِ اطہار نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم و**

تربیت اور اپنے خاندانی جاہ وجلال کی مطلق پرواہ نہ کی اور لگے صحابۂ کرام کو گالی دینے اور اُن پر لعنت بھیجنے۔لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

سادساً اس لیے کہ پیغمبرِ اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا تَسُبُّوْا الْاَمْوَاتَ فَاِنَّهُمْ قَدْ اَفْضَوْا اِلٰی مَا قَدَّمُوْا۔

[الصحيح للامام البخاری، رقم الحديث: ١٣٠٦]

ترجمہ: مردوں کو گالی مت دو؛ کیوں کہ اُنھوں نے جو کچھ بھی کیا تھا، اُس تک پہنچ گئے (یعنی اُنھیں اُن کے کیے کی سزا مل گئی)۔

یہ روایت فریقین کے یہاں مسلَّم ہے۔جب ہماری شریعت میں عام مُردوں کو بھی گالی دینے کی اجازت نہیں دی گئی اور اُنھیں بُرا کہنا اچھائی میں شمار نہیں کیا گیا تو صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو برا کہنا کیسے صحیح و درست اور اُن پر تبرا کرنا کیوں کر کارِ خیر اور عبادت میں شمار ہو سکتا ہے؟

اختصار کے پیشِ نظر صرف چھ وجوہ پر اکتفا کیا گیا ہے؛ ورنہ ایسی درجنوں علتیں ہیں جو صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر سبّ و شتم اور لعن وطعن کو ناجائز و حرام قرار دے رہی ہیں۔

اب اُن کا وہ عقیدہ بیان کیا جا رہا ہے جس کے تعفن (بدبو) سے شاید ہی کوئی رافضی محفوظ ہو؛ بلکہ یہ اُن کے اُن عقائد میں سے ہے جن پر اُن ظالموں کے باطل و مردود مذہب کی بنیاد قائم ہے۔

اہلِ رفض کی گھناؤنی گستاخیاں:

تقریباً سبھی رافضی اِس بات کے قائل ہیں کہ حضرتِ علی شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفۂ بلافصل ہیں۔آپ سے پہلے کے تینوں خلفا، (حضرت

ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اعظم، حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) حضرتِ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا حقِّ خلافت غصب کرنے کے سبب ظالم ہیں، نہ ہی اُن کی کوئی حیثیت ہے اور نہ ہی اُن کے لیے کسی قسم کی کوئی فضیلت ثابت ہے۔

اِسی لیے رافضی ذاکرین خلفاے ثلاثہ کی شان میں بدزبانی کرتے رہتے ہیں، عوامی جلسوں میں تو صرف تبرا پر اکتفا کرتے ہیں ؛ مگر مخصوص محفلوں میں اور اپنی کتابوں میں اُنھیں اپنے گندے منہ سے انتہائی بھدی گالیاں دیتے ہیں، اُنھیں فاسق وفاجر، کافر و بے دین اور نہ جانے کیا کیا کہتے ہیں۔

رافضیوں سے دوستانہ تعلقات قائم کرنے والے اور اُن کے گُن گانے والے سجادہ نشینوں کی آنکھیں کھولنے کے لیے، ذَیل میں اُن کی گستاخیوں کے چند نمونے پیش کیے جا رہے ہیں۔

اِن کے مولوی ''ملا باقر مجلسی'' صاحب اپنی بدنامِ زمانہ کتاب ''حق الیقین'' میں لکھتے ہیں:

(۱) ''واز حضرتِ امام جعفر علیہ السلام منقول است کہ جہنم راہفت دراست۔ از یک درفرعون وہامان وقارون کہ کنایہ از ابوبکر وعمر وعثمان است داخل می شوند واز یک در دیگر بنو امیہ داخل شوند کہ مخصوص ایشاں است''۔ [حق الیقین، ص: ۵۰۰۔ بحوالہ شرحِ مسلم للسعیدی، ج: ۶، ص: ۱۲۲۹]

ترجمہ: حضرتِ امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جہنم کے سات دروازے ہیں۔ ایک دروازے سے فرعون، ہامان اور قارون داخل ہوں گے۔ اِن تینوں سے مراد ''ابوبکر، عمر اور عثمان'' ہیں۔ اور دوسرے دروازے سے بنو امیہ داخل ہوں گے جو کہ انھیں کے ساتھ مخصوص ہے۔

(۲) ”واعتقادِ مادر براءت آں است کہ بیزاری جویند از بت ہاے چہارگانہ، یعنی ابو بکر و عمر و عثمان و معاویہ و زنانِ چہارگانہ یعنی عائشہ، حفصہ و ہند و ام الحکم و از جمیع اشیاع و اتباعِ ایشاں و آں کہ ایشاں بدترین خلقِ خدا اند و آں کہ تمام نمی شود اقرار بخدا و رسول وائمہ مگر بے زاری از دشمنانِ ایشاں“۔ [حق الیقین، ص۵۱۹:]

ترجمہ: براءت میں ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ ہم اِن چاروں بتوں سے بیزاری طلب کرتے ہیں، یعنی ابوبکر، عمر، عثمان اور معاویہ سے۔ اور ہم چاروں عورتوں سے بھی بیزاری ظاہر کرتے ہیں، یعنی عائشہ، حفصہ، ہند اور ام الحکم سے۔ نیز ہم اِن سے اعتقاد رکھنے والوں اور اِن کی پیروی کرنے والوں سے بھی اپنی براءت کا اعلان کرتے ہیں۔ یہ لوگ اللہ کی مخلوق میں سب سے بدتر ہیں۔ اللہ و رسول اور ائمہ سے کیا ہوا عہد اُس وقت تک پورا نہیں ہوگا جب تک کہ اِن کے دشمنوں سے بیزاری کا اعلان نہ کیا جائے۔

یہی باقر مجلسی صاحب چند سطروں کے بعد اپنے ناپاک منہ سے غلاظت نکالتے ہوئے یوں لکھتے ہیں:

(۳) در تقریب المعارف روایت کردہ کہ آزاد کردۂ حضرت علی بن حسین علیہ السلام از آں حضرت پرسید کہ مرا بر تو حقِّ خدمتی ہست، مرا خبر دہ از حالِ ابوبکر و عمر۔ حضرت فرمود ہر دو کافر بودند و ہر کہ ایشاں را دوست دارد کافر است۔ [حق الیقین، ص: ۵۲۲]

ترجمہ: تقریب المعارف میں یہ روایت موجود ہے کہ حضرت علی بن حسین علیہ السلام (یعنی امام زین العابدین) سے اُن کے آزاد کردہ غلام نے پوچھا: میں نے آپ کی خدمت کی ہے؛ لہٰذا میرا آپ پر یہ حق بنتا ہے کہ آپ مجھے ابوبکر و عمر کے بارے میں بتائیں! آپ نے جواب دیا کہ یہ دونوں کافر ہیں اور جو بھی اِنھیں دوست رکھے وہ بھی کافر ہے۔

یقین مانیے! دل پر پتھر رکھ کر، انتہائی کرب کے عالم میں اِن تینوں عبارتوں کو نقل

کیا ہے۔صد ہزار بار افسوس ! کہ انسان بغض وحسد میں اِس قدر اندھا ہو جاتا ہے کہ اُسے دن کے واضح اُجالے میں بھی کچھ سجھائی نہیں دیتا اور صاف لفظوں میں آفتابِ نصف النہار کا انکار کر بیٹھتا ہے۔ جو نفوسِ قدسیہ سالہا سال تک آقاے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صحبتِ بافیض میں رہیں، جن کی تربیت خود سرکارِ دو عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی، جن کی عظمت وشان میں قرآنِ مجید کی آیتیں نازل ہوئیں، جن کے فضائل ومناقب بارہا خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمائے، جن کے بے مثال کارناموں نے چار دانگِ عالَم میں اسلام کی دھوم مچادی اور جن کی بے لوث قربانیوں سے خوش ہو کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک (یعنی حضرت سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ) کے نکاح میں اپنی یکے بعد دیگرے دو بیٹیاں عطا فرمائیں اور حضرت سیدنا ابو بکر صدیق اور سیدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہما کی بیٹیوں کو شرفِ زوجیت سے مشرف فرمایا۔

غور فرمایئے ! کتنے بد بخت ہیں وہ لوگ جو روایتیں گھڑ کر، اُنھیں ائمہً اہلِ بیتِ اطہار کی جانب منسوب کر کے اِن پاک باز ہستیوں کو **دوزخی، کافر اور خدا کی بدترین مخلوق** کہہ رہے ہیں۔ حد تو یہ ہے کہ اُن کے نزدیک وہ لوگ بھی کافر ہیں جو اِن حضرات سے حسنِ اعتقاد رکھیں یا اِنھیں مسلمان جانیں۔ **لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم**۔

اتنا سب کچھ بکنے کے بعد بھی ”حق الیقین“ کے مؤلف کے کلیجے کی آگ ٹھنڈی نہ ہوئی؛ لہٰذا اپنی دریدہ دہنی، شقاوتِ قلبی، خبثِ باطنی اور حضراتِ شیخینِ کریمین رضی اللہ عنہما سے اپنی عداوت کا اظہار کرتے ہوئے یوں بکواس کرتے ہیں:

(۴) ”وہر دو را از قبر بیروں آورند پس ہر دو را بابدنِ تازہ بدر آورد بہماں صورت کہ داشتہ اند، پس بفرماید کہ کفن ہا را ایشاں بدر آورند وبکشایند وایشاں را بحلق کشند (الی قولہ) وایشاں را بقدرتِ الٰہی زندہ گرداند وامر فرماید خلائق را کہ جمع شوند پس ہر ظلمے وکفرے کہ از

اوّلِ عالم تا آخر شدہ گناہش را بر ایشاں لازم آورد (الیٰ قولہ) وایشاں اعتراف کنند؛ زیرا کہ اگر در روزِ اول غصبِ حقِّ خلیفۂ برحق نمی کردند اینہا نمی شد۔ پس ایشاں را بفرماید کہ از درخت برکشند وآتشے بفرماید کہ اززمین بیروں آید وایشاں رابسوزاند با درخت وبادے را امر فرماید کہ خاکسترآنہا را بدریاہا پاشد"۔[حق الیقین،ص ۳۶۱۔۳۶۲]

ترجمہ: امام مہدی ہر دو (ابوبکر وعمر) کو قبر سے باہر نکالیں گے۔ وہ اپنی اُسی صورت پر تر وتازہ بدن کے ساتھ باہر نکالے جائیں گے، پھر فرمائیں گے کہ ان کا کفن اتارو! ان کا کفن حلق سے اتارا جائے گا۔ اُن کو اللہ کی قدرت سے زندہ کریں گے اور تمام مخلوق کو جمع کرنے کا حکم دیں گے۔ پھر ابتداے عالَم سے لے کر اخیر عالَم تک جتنے ظلم اور کفر ہوئے ہیں اُن سب کا گناہ ابوبکر وعمر پر لازم کریں گے اور وہ اس کا اعتراف کریں گے کہ اگر وہ پہلے دن خلیفۂ برحق کا حق غصب نہ کرتے تو یہ گناہ نہ ہوتے۔ پھر اُن کو درخت پر چڑھانے کا حکم دیں گے اور آگ کو حکم دیں گے کہ زمین سے باہر آئے اور اُن کو درخت کے ساتھ جلا دے اور ہوا کو حکم دیں گے کہ اُن کی راکھ کو اڑا کر دریاؤں میں گرا دے۔ **لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم**۔

یہی جناب یہودیوں کی غلامی کا حق ادا کرتے ہوئے اپنی دوسری کتاب "حیاۃ القلوب" میں لکھتے ہیں:

اے عزیز! آیا بعد ازیں حدیث کہ ہمہ عامہ روایت کردہ اند عاقل را مجال آں ہست کہ شک نماید در کفرِ عمرِ ملعون وکفرِ کسے کہ عمرِ لعین را مسلمان داند۔[حیات القلوب، ج:۴،ص:۶۸۰]

ترجمہ: اے عزیز! کیا اس حدیث کے بعد بھی کہ جسے تمام (رافضی) لوگوں نے روایت کیا ہے کسی عقل مند کے لیے گنجائش باقی ہے کہ وہ عمر ملعون کے کفر میں شک کرے

اور اس کے کفر میں شبہ ظاہر کرے جو عمر ملعون کو مسلمان جانے۔ معاذ اللہ۔

اللہ ربُّ العزت کی بے شمار لعنت ہو اُن بدبختوں پر جنھوں نے ایسی گستاخانہ عبارتیں گھڑیں اور اپنی اپنی کتابوں میں درج کیں اور اُن پر بھی لاتعداد پھٹکار برسے، جنھوں نے ایسی من گھڑت روایتوں کو قبول کیا یا برضا و رغبت انھیں نشر کرنے میں کسی قسم کا تعاون کیا۔

اِن مغلظات (گالیوں اور گستاخیوں) کے جواب میں اگر اہلِ سنت کی کُتُب سے حوالہ جات پیش کیے جائیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اِن تینوں خلفا کے فضائل و مناقب صحاحِ ستہ کی روشنی میں بیان کیے جائیں تو اہلِ تشیع ہرگز قبول نہیں کریں گے۔ اور جن کے دلوں پر کفر کی مہر لگ چکی ہے، ہم انھیں قبول کروا بھی نہیں سکتے؛ البتہ ہم یہ چاہتے ہیں جو لوگ غلط فہمی کا شکار ہیں اُن کی آنکھیں کھلیں، دل بیدار ہوں اور وہ حضرات دلائل و شواہد کی روشنی میں کھلے دل سے، صحابۂ کرام بالخصوص حضراتِ خلفاے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی عظمتوں کا اعتراف کریں۔

اس لیے اہلِ تشیع کی معتبر و مستند کتابوں سے حضراتِ شیخینِ کریمین اور حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے فضائل و مناقب بیان کرنا زیادہ موثر ثابت ہوگا؛ کیوں کہ "اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَآءُ" حقیقی فضل و کمال تو وہ ہے کہ دشمن بھی جس کی گواہی دینے پر مجبور ہو جائیں۔

علماے روافض سے چند سوالات:

لیکن شیعی کتابوں سے اِن حضرات کے فضائل و مناقب بیان کرنے سے پہلے ہم رافضی علما سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ

(۱) اگر بقولِ شما خلفاے ثلاثہ حضرتِ علی کا حقِّ خلافت غصب کر کے کفر و ارتداد کا

شکار ہو گئے تھے، تو یہ بتائیے کہ علاّم الغیوب اللہ رب العزت کو پہلے سے اس کا علم تھا یا نہیں۔ دوسری شِق باطل ہے؛ کیوں کہ آپ اپنے خالق و مالک کو جاہل کہنے کی جسارت نہیں کر سکتے، ورنہ آپ کی قوم آپ کی درگت بنا دے گی۔ اور اگر آپ کہیں کہ یقیناً اُسے علم تھا۔ تو ہم کہیں گے کہ پھر اُس نے اِن تینوں کی تعریف وتوصیف میں آیتیں کیوں نازل فرمائیں، اِن کے ایمان کو کیوں معیار قرار دیا اور اِنھیں "رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ" کی بشارت سے کیوں سرفراز فرمایا؟ اُس نے اِن کی قلعی کیوں نہ کھولی اور صاف طور پر اِن کے کفر وارتداد کا اعلان کیوں نہ کیا؟ ہے کوئی جواب؟ ہو تو دیجیے!

(۲) اچھا! یہ بتائیے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے تینوں خلفا کے کافر ومرتد ہو جانے کا علم تھا یا نہیں۔ آپ دوسری شِق اختیار نہیں کر سکتے؛ کیوں کہ ہماری طرح آپ بھی آقاے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علمِ غیب کے اقراری ہیں؛ لہٰذا آپ، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس کی جانب جہل منسوب کرنے کی جسارت نہیں کر سکتے۔ آپ کو اعتراف کرنا ہوگا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جانتے تھے کہ یہ تینوں میرے علی کا حقِّ خلافت غصب کر کے کفر کرنے والے ہیں۔

اب آپ ہمیں یہ بتائیے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سب کچھ جانتے ہوئے تینوں کی تعریف وتوصیف کیوں فرمائی؟ ہر معاملے میں انھیں پیش پیش کیوں رکھا؟ تمام اہم امور میں اُن سے مشورے کیوں لیے؟ مرضِ وفات میں حضرتِ علی کے ہوتے ہوئے صدیقِ اکبر کو اپنے مصلاّے اِمامت پر کیوں کھڑا کیا؟ وہ بھی ایک بار نہیں، کئی بار؟

یا تو وہابیوں کی طرح یہ کہیے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہ تھا، معاذ اللہ رب العالمین۔ یا یہ بکواس کیجیے کہ

"حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ابو بکر کو مسلمانوں کا امام بنا کر اور عمر وعثمان کی

تعریف وتوصیف کر کے بہت بُرا کیا‘‘

بولیے! کیوں نہیں بولتے! زبان کیوں خاموش ہے؟ تم لوگوں نے لکھا کہ

’’جو ابو بکر و عمر سے محبت کرے وہ کافر ہے‘‘

تم نے یہ بھی نہ سوچا کہ خود آقاے دو عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم؛ بلکہ خود مولاے کائنات علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اُن سے محبت کی ہے۔کیا تم میں ہے جرأت؟ کہ تم انھیں بھی۔۔۔کہو! کہہ بھی دو تو کیا تعجب! پاگل کتا کسی کو بھی کاٹ سکتا ہے۔اِس لیے ہوش کے ناخن لیجیے اور عقل کا صحیح استعمال کیجیے! کیوں کہ تمھارے اِن فتووں کی زَد میں ذاتِ باری تعالیٰ بھی آئے گی اور ذاتِ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی۔

(۳) تمھیں تو پتہ چل گیا کہ **مولا علی کا حقِّ خلافت غصب کر کے وہ تینوں کافر ہو گئے تھے، وہ بھی ایسے کافر کہ جو انھیں کافر اور جہنمی نہ مانے اور جو اُن سے براءت کا اعلان نہ کرے وہ بھی کافر ہے۔**

اب ذرا یہ بتلایئے کہ خود حضرتِ مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اُن کے کفر وارتداد کا علم تھا کہ نہیں۔آپ دوسری صورت اختیار کر کے مولا علی شیرِ خدا کو ’’جاہل‘‘ کہنے کی ہمت نہیں کر سکتے؛ کیوں کہ اگر آپ نے ’’بابُ مدینۃ العلم‘‘ کی جانب جہل (نادانی، جہالت) کو منسوب کرنے کی کوشش کی تو جنابِ والا آپ ہی کی قوم آپ کے سروں پر اِتنے جوتے برسائے گی کہ آپ کی نسلیں بھی گنجی رہیں گی۔

لامحالہ آپ کو یہ کہنا پڑے گا کہ مولا علی سب کچھ جانتے تھے۔

اب میرا سوال یہ ہے کہ

کیا مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم پچیس سالوں تک اپنا حقِّ خلافت غصب کرنے والے کافروں سے اُلفت و محبت کا معاملہ کرتے رہے، اُن کی اقتدا میں

نمازیں ادا کرتے رہے، دینی وسیاسی معاملات میں اُنھیں اپنے گراں قدر مشوروں سے نوازتے رہے؟ کبھی بھی اُن کے خلاف زبان نہ کھولی، کسی بھی موقع پر اُن کی تردید نہ کی؛ بلکہ حضرتِ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ سے اپنی لختِ جگر حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح کیا اور حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حفاظت کے لیے اپنے دونوں بیٹوں امام حسن وامام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ان کے دروازہ پر کھڑا کیا؛ بلکہ حضرتِ عثمان غنی کی شہادت کے بعد جب آپ خلیفۃ المسلمین بنے تب بھی آپ، تینوں حضرات کی تعریف میں رطب اللسان رہے اور تا دمِ شہادت اُن کی تعریف کرتے اور انھیں یاد کرتے رہے، یقین نہ آئے تو نہج البلاغہ اٹھا کر دیکھ لیجیے، جس پر آپ قرآنِ کریم کے بعد سب سے زیادہ اعتبار کرتے ہیں۔

آپ یہ مت کہیے گا کہ مولا علی نے یہ سب کچھ بطورِ تقیہ کیا تھا؛ کیوں کہ یہ وہی کہہ سکتا ہے جو مولا علی کو بزدل مانتا ہو۔ اگر ہمت ہے تو اُن کی بزدلی کا اعلان کریے۔ انھیں سب سے بڑا بہادر بھی مانتے ہو اور سب سے بڑا تقیہ باز بھی کہتے ہو۔ معاذ اللہ۔ شرم تم کو مگر نہیں آتی۔

جب کہ اُن کے شہ زادے حضرت سیدنا امام حسین علیٰ جدہ و علیہ الصلاۃ والسلام نے میدانِ کربلا میں اپنے جگر پاروں کو ذبح ہوتے ہوئے دیکھنا تو گوارا کر لیا؛ بلکہ خود اپنا سرِ اقدس قلم کروانا تو برداشت کرلیا، مگر تقیہ کرکے یزیدِ پلید کے ناپاک ہاتھوں میں اپنا دستِ مبارک دے کر اُس کی بیعت تسلیم نہیں کی، تو اُن کی ایسی شان دار و بے نظیر تربیت کرنے والے اُن کے والدِ بزرگوار حضرتِ مولا علی شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ایسا تصور کیسے کیا جا سکتا ہے؟

خلفاے ثلاثہ پر تبرا کرنے والے بدبخت کیا یہ بتا سکتے ہیں کہ جس حیدرِ کرّار و مشکل

کشا نے پچیس سالوں تک تقیہ کیا اور کڑھنے کے باوجود، بادلِ ناخواستہ حضراتِ خلفاے ثلاثہ کی اقتدا میں نماز جیسی اہم ترین عبادت ادا کی، اُن کے نورِ نظر شہیدِ کربلا حضرت سرکار امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بطورِ تقیہ ایک لمحے کے لیے بھی یزید خبیث کی امامت و قیادت کیوں تسلیم نہیں کی؟

بعض روافض یہ کہہ کر پلہ جھاڑنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں کہ:

''چوں کہ یہ خلافت فقط سیاسی تھی، اِس کی کوئی خاص اہمیت نہ تھی، اِسی لیے مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے اِس کی جانب توجہ دی نہ ہی اِس کے حصول کے لیے کسی طرح کی کوئی کوشش کی۔''

ایسے نا ہنجاروں سے صرف اتنا کہنا ہے کہ مختارِ کائنات، فخرِ موجودات، سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خلافت و جانشینی ایسی ہی بے وقعت تھی تو حضور مولاے کائنات رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کس خلافت کے تحفظ کے لیے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنگ کی تھی اور کس خلافت کی بقا کے لیے جانبین سے بے تحاشا خون ریزی ہوئی تھی؟

اس لیے مولا علی رضی اللہ عنہ کو صحیح معنوں میں ہم اہلِ سنت ہی مانتے ہیں، ہم ہی انھیں

''فاتحِ خیبر، شاہِ مرداں، شیرِ یزداں اور قوتِ پروردگار''

سمجھتے ہیں۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ نے خلفاے ثلاثہ کی عظمتوں کا اعتراف کرتے ہوئے، برضا و رغبت اُن کے ہاتھوں پر بیعت کی تھی۔ یہ بیعت کسی خوف اور تقیے کی وجہ سے نہ تھی۔

اگر آپ ہی وصیِّ رسول اور خلیفۂ بلافصل ہوتے تو آپ اپنا حقِّ خلافت ترک نہ فرماتے، آپ ہرگز کسی بھی معاملے میں کبھی بھی خلفاے ثلاثہ کا تعاون نہ کرتے اور نہ ہی اُن کی اقتدا میں نماز ادا کرتے؛ بلکہ آپ اُن کے خلاف علمِ جہاد بلند فرماتے، جس طرح آپ

نے خلافت کے مسئلے میں امیرِ شام صحابیِ رسول حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے خون ریز جنگ کی تھی، جس کے نتیجے میں، خیر القرون کے ہزاروں مسلمان شہید ہو گئے اور جس طرح آپ کے شہزادے حضرت سیدنا امامِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید کے خلاف علمِ جہاد بلند فرمایا تھا؛ کیوں کہ نہ حضرتِ معاویہ خلافت کے حق دار تھے اور نہ یزید پلید اُس کا اہل تھا۔

نادانو! جب تم ہم سنیوں کی اقتدا میں نماز پڑھنا گوارا نہیں کرتے؛ کیوں کہ ہم تمھارے نزدیک کافر ہیں، تو حضرتِ مولا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں چھچھوندر جیسے منہ سے یہ بکواس کیوں کرتے ہو کہ وہ پچیس سالوں تک کافروں کے پیچھے نماز ادا کرتے رہے۔ کیا تم اُن سے بڑے متقی ہو؟ یا تمھیں اُن سے زیادہ اپنی نمازوں کی فکر ہے؟ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

یہ وہ سوالات ہیں جن کے تسلی بخش جوابات تم قیامت تک نہیں دے سکتے؛ لہٰذا خیریت اسی میں ہے کہ اِس طرح کی بکواسات کو چھوڑ کر، سچے دل سے توبہ کرو اور حضرت علی شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کی طرح، حضرتِ صدیقِ اکبر، حضرتِ عمر فاروقِ اعظم اور حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی بھی عظمت وشان کا اعتراف کرو؛ ورنہ خود مولائے کائنات کی شفاعت سے محروم رہو گے اور تمھارا وہ حشر ہو گا جس کا تم نے تصور بھی نہیں کیا ہو گا۔

اللہ عز وجل نے حضراتِ خلفائے ثلثہ کو ایسے فضائل وکمالات سے سرفراز فرمایا ہے کہ ہم تو خیر اہلِ سنت ہیں، جملہ صحابۂ کرام اور کُل اہلِ بیتِ اطہار سے ہمارا قلبی تعلق ہے، بعض اہلِ تشیع بھی اُن کی عظمت و رفعت کا اعتراف کرتے ہیں۔ اگر ''اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَآءُ'' (حقیقی فضل وکمال تو وہ ہے کہ دشمن بھی جس کا اعتراف کریں) کے جلوے دیکھنے ہوں تو درج ذیل گفتگو ملاحظہ فرمائیں!

کُتُبِ شیعہ سے صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے فضائل کا ثبوت:

اللہ ربُّ العزت نے سورۂ لیل میں ارشاد فرمایا:

(۱) وَ سَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ۝ الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَكّٰى ۝ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤى ۝ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ۝ وَلَسَوْفَ یَرْضٰى ۝

[سورۂ لیل، آیت نمبر: ۱۷ تا ۲۱]

ترجمہ: اور عن قریب اُس دوزخ سے سب سے زیادہ ڈرنے والے کو دور رکھا جائے گا۔ جو اپنا مال اپنے باطن کو پاک کرنے کے لیے دیتا ہے۔ اور اُس پر کسی کا کوئی (دنیاوی) احسان نہیں، جس کا بدلہ دیا جائے۔ مگر اُس کا مال دینا صرف اپنے ربِّ اعلیٰ کی رضا جوئی کے لیے ہے۔ اور عن قریب اُس کا رب ضرور راضی ہوگا۔ [ترجمۂ تبیان القرآن]

اِس آیتِ کریمہ میں "اَلْاَتْقٰی" (سب سے بڑے متقی) سے مراد، حضرت سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں؛ کیوں کہ آگے کی آیات میں "اَتْقٰی" کے جو اوصاف مذکور ہوئے ہیں، اُن کا مصداق صرف اور صرف حضرتِ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں؛ لہٰذا ثابت ہوا کہ **افضل الخلق بعد الرسل** حضرتِ سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں؛ کیوں کہ اللہ عز وجل نے فرمایا ہے:

"اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ"

[سورۂ حجرات، آیت نمبر: ۱۳]

ترجمہ: بے شک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو، بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا بے حد خبر رکھنے والا ہے۔ [ترجمۂ تبیان القرآن]

چوں کہ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے بڑے **متقی** ہیں؛ لہٰذا آپ ہی اللہ عز وجل کے نزدیک، حضراتِ انبیاے کرام و مرسلینِ عظام صلوات اللہ تعالیٰ علیہم

اجمعین کے بعد سب سے زیادہ عزت وکرامت والے ہیں۔

رہ گیا یہ دعویٰ کہ اِس آیتِ کریمہ میں ''الاتقیٰ'' کے مصداق، حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ ہی ہیں، تو اِس کی دلیل یہ ہے کہ اِس حقیقت کا اعتراف اہلِ سنت کے مفسرین کے علاوہ بعض اِنصاف پسند اہلِ تشیع نے بھی کیا ہے۔ چناں چہ رافضی مفسر شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی متوفی ۵۴۸ھ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''مجمع البیان فی تفسیر القرآن'' میں ''اتقی'' کے مصداق میں، بغیر ردّ وابطال، حضرتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا اسمِ گرامی بھی ذکر کیا ہے، گوکہ اُن کے نزدیک اِسے عموم پر محمول کرنا اَولیٰ ہے۔

وہ کہتے ہیں:

(وَ سَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى) هُوَ اَبُو الدَّحْدَاحِ (وَلَسَوْفَ يَرْضٰى) اِذَا دَخَلَ الْجَنَّةَ. قَالَ: وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَمُرُّ بِذٰلِكَ الْحَشِّ وَ عُذُوْقُهُ دَانِيَةٌ فَيَقُوْلُ: عُذُوْقٌ وَ عُذُوْقٌ لِاَبِي الدَّحْدَاحِ فِي الْجَنَّةِ. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: اِنَّ الْآيَةَ نَزَلَتْ فِي اَبِيْ بَكْرٍ لِأَنَّهُ اشْتَرَى الْمَمَالِيْكَ الَّذِيْنَ أَسْلَمُوْا، مِثْلَ: بِلَالٍ وَ عَامِرِ بْنِ فُهَيْرَةَ وَ غَيْرِهِمَا وَ اَعْتَقَهُمْ. وَالْاَوْلٰى أَنْ تَكُوْنَ الْآيَةُ مَحْمُوْلَةً عَلٰى عُمُوْمِهَا فِيْ كُلِّ مَنْ يُعْطِيْ حَقَّ اللهِ مِنْ مَّالِهٖ وَ كُلِّ مَنْ يَّمْنَعُ حَقَّهُ سُبْحَانَهُ.

[مجمع البیان فی تفسیر القرآن، ج: ۱۰، ص: ۲۹۰، مطبوعہ دار المرتضیٰ، بیروت]

ترجمہ: عن قریب دوزخ سے دور رکھا جائے گا وہ جو سب سے بڑا متقی ہے۔ اَتقیٰ سے مراد **حضرتِ ابوالدحداح انصاری** ہیں۔ اور عن قریب وہ راضی ہوجائے گا جب جنت میں داخل ہوگا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ابوالدحداح کے ایک ایسے مرجھائے ہوئے کھجور کے درخت کے قریب سے گزرتے، جس کے خوشے زمین سے قریب

تھے۔تو فرماتے: یہ ابو الدحداح کے خوشے ہیں، جنت میں بھی اُس کے لیے کھجور کے خوشے ہوں گے۔اور(حضرتِ)عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ یہ آیتِ کریمہ (حضرتِ) ابوبکر (صدیق) کی شان میں نازل ہوئی؛ کیوں کہ اُنھوں نے بلال اور عامر بن فہیرہ جیسے کئی غلاموں کو خرید کر آزاد کیا تھا۔اور بہتر یہ ہے کہ اِس کو عموم پر محمول کیا جائے، یعنی یہ کہ آیتِ کریمہ کا نزول ہر اُس شخص کے بارے میں مانا جائے جو اپنے مال سے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا حق ادا کرے اور جو اُس کا حق ادا کرنے سے غفلت برتے۔

اِس شیعی مفسر نے سورۂ لیل کی مذکورہ آیاتِ مبارکہ کو، برضا و رغبت حضرتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں تسلیم کیا اور اُن کو بھی ''اتقی'' کا مصداق قرار دیتے ہوئے بلا نکیر حضرتِ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے قول کو نقل کیا ہے۔اِس سے ثابت ہوا کہ حضرتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ **حق کی تصدیق کرنے والے، راہِ حق میں خرچ کرنے والے اور خدا کا سب سے زیادہ خوف رکھنے والے** ہیں۔شیخ طبرسی کا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول کو برقرار رکھنا، اُن کے نزدیک اِس کے بھی مقبول و محمود ہونے کی دلیل ہے۔

کہاں ہیں وہ لوگ جو حضرت صدیقِ اکبر کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا خلیفہ و صحابی تو درکنار، سرے سے مسلمان ہی نہیں مانتے؛ بلکہ اُنھیں مومن ماننے والوں کو بھی کافر کہتے ہیں؟ کیا وہ اپنے **امین الاسلام شیخ طبرسی** کو کافر و بے دین کہنے کی جسارت کرسکیں گے؟

رافضی کہتے ہیں کہ آیتِ کریمہ میں ''الاتقی'' سے مراد **حضرت علی رضی اللہ عنہ** ہیں؛ لہٰذا، افضل الخلق بعد الرسل حضرتِ علی ہی ہیں۔ہمارا جواب یہ ہے کہ آیتِ کریمہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان پر محمول کرنا درست نہیں ہے؛ اولاً اس لیے کہ خود رافضی مفسر شیخ طبرسی نے اِس کے شانِ نزول کے بیان کے وقت حضرتِ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا نام نہیں لیا۔ثانیاً یہ کہ یہاں رب تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے:

”وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰى“

یعنی ”اتقی“ وہ ہے جس پر کسی کا دنیاوی احسان نہ ہو کہ جس کا بدلہ دیا جاتا ہے۔اور حضرتِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تو آقاے دوعالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بہت سے دنیاوی احسان تھے، مثلاً: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں اُن کے والد ابو طالب سے لے کر، بیٹے کی طرح پرورش کی اور اُن کے قیام وطعام کا مکمل انتظام فرمایا، جس کی جزا دینا اُن پر واجب تھا۔اور جہاں تک حضرتِ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعلق ہے تو اُن پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی دنیاوی احسان نہیں تھا؛ بلکہ خود حضرتِ ابو بکر صدیق، حضور سیدِ عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر خرچ کیا کرتے تھے، ہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حضرتِ صدیقِ اکبر پر بے شمار دینی احسانات ہیں، مثلاً آپ نے اُنھیں ہدایت دی اور دین کے اسرار و معارف سکھایے۔اور اِن احسانات کا بدلہ کوئی امتی نہیں دے سکتا۔

اِس گفتگو سے واضح ہو گیا کہ اِس آیتِ کریمہ میں مذکور ”الاتقی“ کے صحیح مصداق صرف حضرتِ سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی ہیں؛ کیوں کہ ”الاتقی“ کے جتنے بھی مصادیق بیان کیے گئے ہیں، اُن میں سواے سیدنا صدیقِ اکبر کے کوئی بھی ایسا نہیں ہے، جس پر کسی کا دنیاوی احسان نہ ہو۔لہٰذا آیتِ مذکورہ کو عموم پر محمول کرنا صحیح نہیں، جس طرح اِسے حضرتِ ابوالدَّحداح اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حق میں ماننا درست نہیں۔

(۲) اللہ ربُّ العزّت نے سورۂ زمر میں ارشاد فرمایا:

وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَ صَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝ لَهُمْ مَا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ۝۔

[سورۂ زمر، آیت نمبر ۳۴-۳۳]

ترجمہ: اور جو سچے دین کو لے کر آئے اور جنھوں نے اس کی تصدیق کی وہی لوگ

متقی ہیں۔ اُن کے لیے اُن کے رب کے پاس ہر وہ نعمت ہے جس کو وہ چاہیں اور یہی نیکی کرنے والوں کی جزا ہے۔[ترجمۂ تبیان القرآن]

اِس آیتِ مبارکہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے **صدق کو لانے والے** اور **اُس کی تصدیق کرنے والے** کو "**پرہیزگار، نیکوکار اور آخرت میں حسبِ خواہش جزا**" پانے والا قرار دیا ہے؛ لیکن "والذی جاء بالصدق" اور "وصدق بہ" یعنی "**سچے دین کو لانے والے**" اور **اُس کی تصدیق کرنے والے** سے مراد کون لوگ ہیں؟ اِس سلسلے میں مفسرینِ کرام کے متعدد اقوال ملتے ہیں۔ امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری علیہ الرحمہ نے اپنی شہرۂ آفاق تفسیر "جامع البیان فی تفسیر القرآن" (تفسیرِ طبری) میں اُن تمام اقوال کو جمع فرمایا ہے۔ وہ اَقوال مندرجہ ذَیل ہیں:

(۱) حضرتِ عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: صدق سے مراد "لا الٰہ الا اللہ" اور "**اُسے لانے**" اور "**اُس کی تصدیق کرنے والے**" سے مراد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں؛ کیوں کہ سب سے پہلے آپ ہی نے اِس کلمے کو پڑھا اور سچے دل سے اس کی تصدیق کی۔

(۲) حضرتِ علی شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا: **سچے دین کو لانے والے** سے مراد، حضور رحمتِ عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور **اُس کی تصدیق کرنے والے** سے مراد، حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

(۳) حضرتِ قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: "صِدق" سے مراد، قرآنِ مقدس ہے اور "**اُس کی تصدیق کرنے والے**" سے مراد، تمام مومنین ہیں۔

(۴) امامِ مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: "صِدق" سے مراد، قرآنِ کریم ہے اور "**اُس کی تصدیق کرنے والے**" سے مراد، اہلِ قرآن (یعنی قرآنِ پاک سے محبت کرنے والے اور اُس پر عمل کرنے والے) ہیں۔

(۵) امامِ سُدّی نے فرمایا: ''صدق'' سے مراد قرآنِ مجید ہے، اُس کو لانے والے حضرتِ سیدنا جبریل علیہ السلام ہیں اور اُس کی تصدیق کرنے والے سیدنا محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ [جامع البیان فی تفسیر القرآن، ج: ۲۴، ص: ۵۔۶، دارالفکر، بیروت]

اہلِ سنت کے جملہ مفسرین کے نزدیک اِن تمام اقوال میں دوسرا قول راجح ومختار ہے۔ یعنی اہلِ سنت کے اربابِ حل وعقد نے حضرتِ علی مولائے کائنات رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کو ترجیح دی ہے۔ یعنی یہ کہ ''والذی جآء بالصدق'' سے مراد، حضور رحمتِ عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور ''وصدق بہ'' سے مراد، حضرت سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

رافضی مفسر شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی اِن آیات کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

(وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَ صَدَّقَ بِہٖ) اُخْتُلِفَ فِی الْمَعْنٰی بِہٖ، فَقِیْلَ: اَلَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ مُحَمَّدٌ ﷺ جَآءَ بِالْقُرْآنِ وَ صَدَّقَ بِہٖ الْمُؤمِنُوْنَ فَھُوَ حُجَّتُھُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃِ، عَنِ ابْنِ زَیْدٍ وَ قَتَادَۃَ وَ مُقَاتِلٍ، وَاحْتَجُّوْا بِقَوْلِہٖ: (اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ)

ترجمہ: (وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَ صَدَّقَ بِہٖ) سے کون لوگ مراد ہیں، اِس سلسلے میں مختلف اقوال ہیں:

(۱) ایک قول یہ ہے کہ **صدق یعنی دینِ اسلام لانے والے** سے مراد حضرت سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو کہ قرآنِ مقدس لائے اور **اُس کی تصدیق کرنے والے** سے مراد، تمام مومنین ہیں۔ لہٰذا قرآنِ مجید اُن کے لیے دنیا اور آخرت میں حجت ہے۔ یہ قول، ابنِ زید، قتادہ اور مقاتل سے مروی ہے۔ اِنھوں نے اللہ تعالیٰ کے فرمان (اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ) سے استدلال کیا ہے۔

وَقِيْلَ: اَلَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَهُوَ الْقُرْآنُ، جِبْرِیْلُ علیه السلامُ وَ صَدَّقَ بِهٖ مُحَمَّدٌ تِلْقَآءَ بِالْقَبُوْلِ، عَنِ السُّدِّیِّ۔

(۲) ترجمہ: دوسرا قول یہ ہے کہ **صدق** سے مراد قرآنِ پاک ہے اور **صدق لانے والے** سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں اور **اُس کی تصدیق کرنے والے** سے مراد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں کہ اُنھوں نے قرآنِ پاک کو قبول کر کے اُس کی تصدیق کی۔ یہ قول امام سدی سے منقول ہے۔

وَقِيْلَ: اَلَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَهُوَ قَوْلُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ هُوَ مُحَمَّدٌ وَ صَدَّقَ بِهٖ هُوَ اَيْضًا وَ بَلَّغَهٗ اِلَى الْخَلْقِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ :وَلَوْ كَانَ الْمُصَدِّقُ بِهٖ غَيْرَهٗ لَقَالَ: وَالَّذِیْ صَدَّقَ بِهٖ وَ هٰذَا أَقْوَى الْأَقْوَالِ۔

(۳) ترجمہ: تیسرا قول یہ ہے کہ **صدق** سے مراد، کلمۂ پاک ہے اور اور **صدق لانے والے اور اُس کی تصدیق کرنے والے** دونوں سے مراد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں؛ کیوں کہ آپ نے اُس کی تصدیق کی اور اُسے مخلوق تک پہنچایا۔ یہ قول حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔آپ نے فرمایا: اگر **اُس کلمۂ پاک کی تصدیق کرنے والے** سے مراد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہ ہوتے؛ بلکہ کوئی اور ہوتا تو اللہ عز وجل یوں فرماتا: وَالَّذِیْ صَدَّقَ بِهٖ۔ اور یہ سب سے مضبوط قول ہے۔

وَقِيْلَ: اَلَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ صَدَّقَ بِهٖ اَبُوْ بَكْرٍ، عَنْ اَبِی الْعَالِيَةِ وَالْكَلْبِیِّ۔

(۴) ترجمہ: چوتھا قول یہ ہے کہ **صدق لانے والے** سے مراد، اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور **اُس کی تصدیق کرنے والے** سے مراد، حضرتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ یہ قول ابو العالیہ اور کلبی سے مروی ہے۔

وَقِيْلَ: اَلَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ اَلْاَنْبِيَآءُ وَصَدَّقَ بِهٖ أَتْبَاعُهُمْ، عَنْ عَطَآءٍ وَالرَّبِيْعِ۔

(۵) ترجمہ: پانچواں قول یہ ہے کہ "الذی جاء بالصدق" سے مراد، حضراتِ انبیاے کرام علیہم الصلاۃ والسلام ہیں اور "وصدق به" سے مراد، اُن کے پیروکار ہیں۔ یہ قول عطا اور ربیع کا ہے۔

وَقِيْلَ: اَلَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ مُحَمَّدٌ ﷺ وَ صَدَّقَ بِهٖ عَلِيُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ، عَنْ مُجَاهِدٍ وَ رَوَاهُ الضَّحَّاكُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَهُوَ الْمَرْوِیُّ عَنْ اَئِمَّةِ الْهُدٰى مِنْ آلِ مُحَمَّدٍ ﷺ۔

[مجمع البیان فی تفسیر القرآن، ج :۸، ص:۳۰۳، دار المرتضی، بیروت]

(۶) ترجمہ: چھٹا اور آخری قول یہ ہے کہ **صدق لانے والے** حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور **اُس کی تصدیق کرنے والے** حضرتِ علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔ یہ امامِ مجاہد کا قول ہے، اِسے ضحاک نے حضرتِ عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے اور یہی قول ائمۂ رشد و ہدایت حضراتِ اہلِ بیتِ اطہار علی جدہم وعلیہم الصلاۃ والسلام سے مروی ہے۔

وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَ صَدَّقَ بِهٖ کے مصادیق سے متعلق صاحبِ مجمع القرآن تک جتنے بھی اقوال پہنچے، اُنھوں نے منصفانہ طور پر اُن سب کو نقل کر دیا۔ گو کہ اُنھوں نے اپنی تحقیق کے مطابق **"تیسرے قول"** کو راجح ومختار اور سب سے قوی قول قرار دیا ہے؛ مگر چوتھے قول کے مطابق حضرتِ سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو **رسولِ پاک** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم **کی تصدیق کرنے والا، انتہائی متقی، حد درجہ نیکوکار اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اپنی مرضی کے مطابق جزا پانے والا** بھی قرار دیا ہے۔

شیعہ مفسر کی جانب سے چوتھے قول کو برقرار رکھنا اِس حقیقت کا برملا اعتراف ہے کہ حضرتِ ابو بکر مذکورہ بالا اوصاف سے متصف ہیں۔ یہی اہلِ سنت و جماعت کا عقیدہ ہے۔ جن بدبودار شیطانی صفات سے متصف رافضیوں نے حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اِس یارِ غار کو معاذ اللہ **کافر، بے دین، دوزخی اور ملعون** کہا یا کہتے ہیں، اُنھیں چلو بھر پانی میں ڈوب کر مَر جانا چاہیے؛ بلکہ اپنے ہی تھوک میں اپنی ناک رگڑ رگڑ کر خودکشی کر لینی چاہیے؛ بلکہ اُنھیں سرے سے اسلام و قرآن ہی کا انکار کر دینا چاہیے۔ کم از کم اتنا تو سوچنا چاہیے کہ اُن کے اِن ظالمانہ فتووں کی زَد میں اُن کے منصف مزاج علما و محققین؛ بلکہ خود حضرتِ علی شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ الکریم بھی آ رہے ہیں۔

اکثر رافضی آخری قول کو اختیار کرتے ہوئے، بغیر کسی دلیل کے، محض حضرت علی کی عقیدت اور حضرتِ ابو بکر رضی اللہ عنہما کے بغض میں کہتے ہیں:

"الذی جاء بالصدق" سے مراد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم **ہیں اور "وصدق به" سے مراد، حضرتِ علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں"**

اِس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ اولاً خود تمھارے مفسر شیخ طبرسی نے اِسے مرجوح و غیر مختار قول قرار دیا ہے، تمھیں اپنے مفسر کی اتباع کرنی چاہیے! ثانیاً "**وصدق به**" سے حضرتِ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی بنسبت حضرتِ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مُراد ہونا زیادہ واضح و راجح ہے؛ کیوں کہ جس وقت حضرت علی ایمان لائے تھے، اُس وقت وہ بہت کمسن تھے اور اُن کے ایمان لانے سے اُس وقت بظاہر اسلام کو کوئی خاص شوکت حاصل نہیں ہوئی تھی، گو کہ انھوں نے جوان ہونے کے بعد اسلام کی شوکت کو دوبالا کیا اور اعلائے کلمۂ حق کے لیے ناقابلِ فراموش اور بے نظیر قربانیاں پیش کیں۔

اِس کے برخلاف حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بڑی عمر والے تھے؛ بلکہ مکۂ مکرمہ کے

رئیس تاجر تھے، جب انھوں نے سب سے پہلے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کی تو اسلام کو زبردست قوت اور انتہائی شوکت حاصل ہوئی؛ لہٰذا مختار یہی ہے کہ اِس آیتِ کریمہ میں اللہ رب العزت نے حضرت سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی توصیف فرماتے ہوئے اُنھیں **''کامل متقی''** اور **''نیکوکار''** قرار دیا ہے۔

قارئینِ کرام! غور فرمائیں کہ کتنے بد بخت ہیں وہ لوگ جو اُس ذاتِ پاک پر تبرّا کرتے ہیں جنھیں اللہ رب العزت نے دنیا ہی میں **متقین ومحسنین** کے زمرے میں شامل فرمایا ہے۔ اِن ظالموں کو حضرتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا خلیفۂ بلافصل نہیں ماننا تھا تو نہ مانتے؛ مگر کم از کم اُن پر لعن وطعن تو نہ کرتے، اُنھیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ناموس کی خاطر سب کچھ قربان کر دینے والا **مخلص صحابی** تو مانتے! اللہ تعالیٰ عقلِ سلیم عطا کرے۔

اور تجھ پر مرے بوبکر کا احساں نہ سہی
رافضی ! کلمہ بچانے کا بھی احسان گیا

(۳) اللہ ربُّ العزت نے سورۂ نور میں اِرشاد فرمایا:

وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔ [سورۂ نور، آیت نمبر: ۲۲]

ترجمہ: اورتم میں سے اَصحابِ فضل (فضل والے) اور اَربابِ وُسعت (مال دار) یہ قسم نہ کھائیں کہ وہ رشتے داروں، مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو کچھ نہیں دیں گے۔ اُن کو چاہیے کہ وہ معاف کردیں اور درگزر کریں۔ کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ اللہ تمھاری مغفرت کر دے اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم کرنے والا ہے۔ [ترجمۂ تبیان القرآن]

مفسرینِ اہلِ سنت فرماتے ہیں کہ یہ آیتِ کریمہ حضرتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شانِ اقدس میں نازل ہوئی ہے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

یہ آیتِ کریمہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔اُن کے خالہ زاد بھائی **مسطح بن اثاثہ** بھی اُن لوگوں میں سے تھے،جنھوں نے اُمُّ المومنین حضرتِ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگائی تھی۔جب حضرتِ عائشہ صدیقہ کی براءت پر آیاتِ قرآنیہ نازل ہوگئیں تو مسطح کا جھوٹ بھی واضح ہوگیا۔مسطح کی اِس حرکت سے حضرتِ ابوبکر صدیق کو بہت گہرا رَنج لاحق ہوا؛ کیوں کہ وہ یتیم تھے، جس کے سبب اُن کی پرورش حضرتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے کی تھی۔سو اُنھوں نے (بتقاضاے بشری طیش میں آکر) مسطح کو آئندہ کچھ بھی نہ دینے کی قسم کھالی۔مسطح نے معافی بھی مانگی؛ لیکن حضرتِ صدیقِ اکبر اِس قدر جلال میں تھے کہ دوبارہ اُن کے اِخراجات بحال کرنے کے لیے آمادہ نہ ہوئے۔جب یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی تو آپ نے اپنی قسم سے رجوع کیا اور فرمایا: بالکل! میں چاہتا ہوں کہ اللہ ربُّ العزت میری مغفرت فرمادے اور اب مَیں مسطح پر پہلے سے بھی زیادہ خرچ کروں گا۔[جامع البیان فی تفسیر القرآن، ج:۱۸، ص:۱۳۶۔۱۳۷،دارالفکر، بیروت]

شیعہ مفسر شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی کی تفسیر کے مطابق بھی مذکورہ آیتِ کریمہ کا یہی شانِ نزول راجح ومختار ہے؛ کیوں کہ اُنھوں نے سب سے پہلے اِسی قول کو ذکر کیا ہے۔ چناں چہ کہتے ہیں:

اَلنُّزُوْلُ:قِیْلَ:اِنَّ قَوْلَهٗ "وَلَا یَأْتَلِ اُولُو الْفَضْلِ مِنْکُمْ وَالسَّعَةِ" الآیَةَ، نَزَلَتْ فِي أَبِيْ بَکْرٍ وَ مِسْطَحِ بْنِ أُثَاثَةَ۔ وَکَانَ ابْنَ خَالَةِ أَبِيْ بَکْرٍ وَکَانَ

مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَمِنْ جُمْلَةِ الْبَدْرِيِّيْنَ وَكَانَ فَقِيْرًا، وَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ يُجْرِيْ عَلَيْهِ وَيَقُوْمُ بِنَفْقَتِهٖ۔ فَلَمَّا خَاضَ فِي الْإِفْكِ قَطَعَهَا وَحَلَفَ أَنْ لَّا يَنْفَعَهٗ بِنَفْعٍ اَبَدًا۔ فَلَمَّا نَزَلَتِ الْآيَةُ عَادَ أَبُوْ بَكْرٍ اِلٰى مَا كَانَ وَقَالَ:وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَأُحِبُّ أَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لِيْ۔ وَاللّٰهِ لَا أَنْزَعُهَا عَنْهُ أَبَدًا۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَ عَائِشَةَ وَابْنِ زَيْدٍ۔ وَقِيْلَ:نَزَلَتْ فِيْ يَتِيْمٍ كَانَ فِيْ حِجْرِ أَبِيْ بَكْرٍ، حَلَفَ لَا يُنْفِقُ عَلَيْهِ،عَنِ الْحَسَنِ وَمُجَاهِدٍ۔ وَقِيْلَ نَزَلَتْ فِيْ جَمَاعَةٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ أَقْسَمُوْا عَلٰى أَنْ لَّا يَتَصَدَّقُوْا عَلٰى رَجُلٍ تَكَلَّمَ بِشَيْءٍ مِّنَ الْإِفْكِ وَلَا يُوَاسُوْهُ۔عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَغَيْرِهٖ۔

[مجمع البیان فی تفسیر القرآن، ج:۷، ص:۱۷۱، مطبوعہ دار المرتضی، بیروت]

ترجمہ: راجح قول کے مطابق یہ آیتِ کریمہ (حضرتِ) ابوبکر اور (حضرت) مسطح بن اثاثہ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ مسطح، ابوبکر کے خالہ زاد بھائی تھے۔ یہ، مہاجرین اور بدری صحابہ میں سے تھے، غریب تھے ؛ اِسی وجہ سے حضرت ابوبکر صدیق اُن کے اخراجات برداشت کیا کرتے تھے۔ جب اُنھوں نے حضرتِ عائشہ پر تہمت لگانے والوں کا ساتھ دیا تو حضرتِ ابوبکر نے اُن سے قطعِ تعلق کرلیا اور قسم کھالی کہ اُنھیں کبھی بھی کچھ بھی نفع نہیں دیں گے۔ جب یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی تو حضرتِ ابوبکر نے اپنے اِس قول سے رجوع کیا اور کہا: بخدا میں چاہتا ہوں کہ اللہ عزوجل مجھے بخش دے۔ اَب میں کبھی بھی مسطح کا نفقہ بند نہیں کروں گا۔

یہ شانِ نزول حضرت عبد اللہ ابن عباس، حضرتِ عائشہ اور حضرت ابن زید سے منقول ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ آیتِ کریمہ ایک ایسے یتیم کے سلسلے میں نازل ہوئی ہے جو حضرتِ ابوبکر کی کفالت میں تھا۔ اُنھوں نے قسم کھالی تھی کہ اُس پر کچھ بھی خرچ نہیں کریں

گے۔ یہ قول، حضرتِ حسن اور حضرتِ مجاہد سے مروی ہے۔اور ایک قول یہ ہے کہ آیتِ کریمہ صحابۂ کرام کی ایک ایسی جماعت کے بارے میں نازل ہوئی ہے جنھوں نے قسم کھالی تھی کہ وہ کسی بھی ایسے شخص پر کچھ بھی نہیں خرچ کریں گے جس نے تہمت لگانے میں کسی قسم کا حصہ لیا ہو اور نہ ہی اُس کے ساتھ کسی قسم کی رواداری برتیں گے، یہ تفسیر حضرتِ عبداللہ ابن عباس وغیرہ سے مروی ہے۔(انتہیٰ)

تواتر سے ثابت ہے کہ یہ آیت حضرتِ سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شانِ اقدس میں نازل ہوئی ہے، فریقین کے معتبر و مستند مفسرین نے بھی اِس کا اعتراف کیا ہے؛ لہٰذا یہ آیتِ مبارکہ خلیفۂ بلافصل امیر المومنین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت و منقبت پر مندرجہ ذَیل وجوہ سے دلالت کر رہی ہے:

(۱) اِس آیت میں حضرتِ ابوبکر کو ''**اولو الفَضل والسَّعة**'' جیسے گراں قدر القاب سے نوازا گیا ہے، جس سے ثابت ہوا کہ آپ فضل وکمال والے ہیں اور کشادہ قلبی آپ کا وصف ہے۔ جو بدبخت آپ کو **فضل والا** نہ مانے وہ اِس آیتِ کریمہ کا منکر ہے۔

(۲) یہ آیتِ کریمہ حضرتِ صدیقِ اکبر کی عظمت پر دلالت کر رہی ہے؛ کیوں کہ اِس میں شخصِ واحد (یعنی حضرتِ ابوبکر صدیق) پر جمع کا اطلاق کیا گیا، یعنی آپ کو ''**ذو الفضل والسعة**'' نہیں کہا گیا؛ بلکہ ''**اولو الفضل والسعة**'' کے تمغے سے نوازا گیا ہے۔ اور یہ ضابطہ ہے کہ جب کسی ایک شخص کے لیے جمع کا صیغہ استعمال کیا جائے تو اُس کی تعظیم کا اظہار مقصود ہوتا ہے۔ جب خود خدائے لم یزل نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے یارِ غار کی تعظیم ظاہر فرمادی تو بندوں کو کیا ہوگیا ہے کہ اُن کی تعظیم و تکریم نہیں کرتے؟ صدیقِ اکبر کی تکریم سے منہ موڑنے والے بدبخت یقیناً **خدا سے بغاوت** کرنے والے ہیں۔

(۳) اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: "**اولو الفضل منکم**" یعنی تم میں سے جو صاحبِ فضیلت ہیں۔ یہ خطاب حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے ہے۔ یقیناً ہر صحابیِ رسول **فضل وکمال والا** ہے؛ مگر جسے پروردگارِ عالَم نے **"فضل وکمال"** والا کہہ دیا، اُس کی عظمتوں کا اندازہ کون لگا سکتا ہے؟ معلوم ہوا کہ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام صحابۂ کرام سے افضل واکمل ہیں۔

(۴) اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق کو مطلقاً **صاحبِ فضل وکمال** کہا اور آپ کی فضیلت کو کسی بھی قید کے ساتھ مقید نہیں فرمایا۔ جس سے معلوم ہوا کہ آپ **فاضل علی الاطلاق** ہیں یعنی آپ ہر لحاظ، ہر اعتبار اور ہر زاویے سے **"صاحبِ فضیلت"** ہیں؛ لہٰذا ثابت ہوا کہ انبیاے کرام ومرسلینِ عظام صلوات اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بعد جو مقام و مرتبہ آپ کا ہے، وہ کسی کا نہیں۔

(۵) اِس آیتِ کریمہ میں حضرتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو "**اُولُو السَّعَةِ**" (صاحبِ وُسعت۔ گنجائش والا۔ کشادہ قلب۔ نرم دل۔ مہربان) کہا گیا ہے، جس سے ثابت ہوا کہ آپ مسلمانوں کے سب سے زیادہ خیر خواہ، اُن پر سب سے زیادہ مہربان اور اُن کے ساتھ سب سے زیادہ حسنِ سلوک کرنے والے تھے؛ لہٰذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد آپ ہی خلافت کے سب سے زیادہ حق دار تھے۔

اِس حقیقت سے سبھی صحابہ واقف تھے، اِس لیے انھوں نے بلا توقف آپ کی خلافت کو تسلیم کیا، حتیّٰ کہ حضرتِ شیرِ خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے بھی، کسی جبر و اِکراہ کے بغیر، برضا ورغبت آپ کے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر، آپ کی بیعت کو تسلیم کیا، جیسا کہ مذکور ہوا۔

(٦) اِس آیتِ مبارکہ میں اللہ ربُّ العزّت نے حضرتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ

کے بارے میں فرمایا: **وَلۡيَعۡفُوۡا وَلۡيَصۡفَحُوۡا** (اُنھیں چاہیے کہ معاف کردیں اور در گزر کریں) معاف کرنا اور نظر انداز کرنا **''متقیوں''** کا وصف ہے۔ جو جتنا بڑا متقی ہوتا ہے، اُس کے اندر **عفو و درگزر** کے جذبات بھی اُسی قدر زائد ہوتے ہیں۔ اِس سے ثابت ہوا کہ حضرتِ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ **''متقی''** تھے؛ بلکہ ایسے متقی کہ جب بتقاضاے بشری انھوں نے **''مسطح''** پر خرچ نہ کرنے کی قسم کھا لی تو پروردگارِ عالم نے اُنھیں **عفو و در گزر** کرنے کی ترغیب دی اور اُس پر مغفرت کا وعدہ بھی فرمایا۔ اب جو رافضی **اِس بے نظیر متقی کو کافر، فاسق اور دوزخی** کہتے ہیں، وہ تقوے کی اُس سند کو مسترد کر رہے (ٹھکرا رہے) ہیں جس سے، اللہ عز وجل نے صدیقِ اکبر کو سرفراز فرمایا ہے۔ بھلا ایسے بدبخت بھی مومن ہو سکتے ہیں؟

(۷) اِس آیتِ کریمہ میں اللہ ربُّ العزت نے حضرتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: **اَلَا تُحِبُّوۡنَ اَنۡ يَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَكُمۡ**۔ (کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ اللہ تمھیں بخش دے؟) یہاں اللہ تبارک و تعالیٰ نے **حضرت ابوبکر** کی مغفرت کو **حضرتِ مسطح** سے درگزر کرنے پر معلّق فرمایا ہے۔ اور جب انھوں نے مسطح کو معاف کر دیا تو مغفرت و بخشش کے حق دار ہو گئے؛ لہٰذا یہ آیتِ کریمہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بخشش کی **قطعی دلیل** ہے۔ اب جو بھی رافضی لعن وطعن کرتے ہوئے اُنھیں دوزخی قرار دیتے ہیں وہ اِس بشارتِ عظمیٰ کو مسترد کر کے خود کو جہنم کا ایندھن بنا رہے ہیں۔

اِس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ **''خلیفہ برحق''** تھے: کیوں کہ اگر اُن کی خلافت برحق نہ ہوتی؛ بلکہ وہ حضرت شیرِ خدا کے حقِّ خلافت کو غصب کرنے والے ہوتے، تو ہر گز مغفور (بخشے ہوئے) نہ ہوتے۔ جب کہ اِس آیتِ کریمہ میں اُنھیں بخشش کا پروانہ عطا کیا گیا ہے؛ لہٰذا ثابت ہوا کہ حضرتِ ابوبکر صدیق واقعی حضور صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سچے جانشیں، آپ کے خلیفۂ بلافصل اور مسلمانوں کے سب سے **مخلص امیرالمومنین** ہیں۔

فضیلتِ صدیقِ اکبر پر نہج البلاغہ کی شہادت:

''نہج البلاغہ'' کا مقام عربی ادب اور فصاحت و بلاغت میں انتہائی بلند ہے۔ اہلِ تشیع کے یہاں اِسے قرآن وحدیث کے بعد سب سے اونچا مقام حاصل ہے۔ اِس کی ہر بات اُن کے نزدیک نصِّ قطعی کا درجہ رکھتی ہے۔ تیسری صدی ہجری کے معروف شیعہ عالمِ دین **''سید شریف رضی''** نے اِس میں حضرتِ علی مولائے کائنات کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے منتخب خطوط، خطبات، مکتوبات اور حکمت آمیز اقوال ونصائح کو جمع کیا ہے اور اُنھیں بابِ مدینۃ العلم حضرتِ مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب منسوب کیا ہے؛ مگر ہمارے نزدیک اِس کی اسنادی حیثیت درست نہیں ہے؛ کیوں کہ اِس میں بعض باتیں باطل اور بالکل من گھڑت ہیں۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ اُنھیں پروردۂ رسول حضرتِ مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے کہیں ہوں۔

حافظِ حدیث علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ''لسان المیزان'' میں تحریر فرماتے ہیں:

جو شخص بھی نہج البلاغہ کا مطالعہ کرے گا وہ یقین سے کہے گا کہ یہ، حضرتِ مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم پر جھوٹ گھڑا گیا ہے؛ اِس لیے کہ اِس میں شیخینِ کریمین حضرتِ ابوبکر صدیق اور حضرتِ عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو صریح گالیاں دی گئیں ہیں اور اِس میں ایسے تناقضات اور ایسی گھٹیا چیزیں بھی مذکور ہیں کہ جو شخص بھی صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے حالات وکوائف اور اُن کی عظمت وشان سے واقف ہے وہ یقین سے کہہ سکتا ہے کہ یہ تمام باتیں باطل و مردود ہیں، اِن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ [لسان

المیزان، ج:۴، ص:۲۲۳]

مگر موجودہ **"نہج البلاغہ"** میں اب بھی ایسی بہت سی عبارتیں ہیں جو حضراتِ شیخینِ کریمین کی عظمت وشان کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ مثلاً اِس میں موجود وہ خط ملاحظہ فرمائیں جو حضرتِ علی شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے، حضرتِ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام تحریر فرمایا تھا، حضرتِ شیرِ خدا اُس میں فرماتے ہیں:

اِنَّهٗ بَايَعَنِيْ الْقَوْمُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا اَبَا بَكْرٍ وَ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ عَلٰى مَا بَايَعُوْهُمْ عَلَيْهِ فَلَمْ يَكُنْ لِلشَّاهِدِ اَنْ يَّخْتَارَ وَلَا لِلْغَائِبِ اَنْ يَّرُدَّ وَاِنَّمَا الشُّوْرٰى لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ فَاِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى رَجُلٍ وَ سَمَّوْا اِمَامًا كَانَ ذٰلِكَ لِلّٰهِ رِضًا ۔ [نهج البلاغه، ص:٩٢٦]

ترجمہ: مجھ سے اُن لوگوں نے بیعت کرلی ہے جنھوں نے حضرت ابوبکر، حضرتِ عمر اور حضرتِ عثمان سے بیعت کی تھی اور اُن اُمور پر بیعت کی ہے جن پر اُنھوں نے اُن حضرات سے بیعت کی تھی؛ لہٰذا اب نہ کسی موجود شخص کو بیعت نہ کرنے کا اختیار ہے اور نہ کسی غائب کو بیعت مسترد کرنے کا حق۔ مشورہ دینے کا حق تو صرف **"مہاجرین وانصار"** کو حاصل ہے۔ اور جب وہ کسی شخص کے انتخاب پر متفق ہوجائیں اور اُس کو امام قرار دیں تو (وہ خلیفۂ برحق ہے، پس) اُسے اللہ کی مرضی (یعنی اُس کا منتخب اور پسندیدہ خلیفہ) سمجھنا چاہیے۔

اِس مکتوبِ گرامی میں حضرت مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے، حضرت امیرِ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بالمقابل، اپنی خلافت کی حقانیت پر جس انداز سے استدلال فرمایا ہے، اُس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

اے معاویہ! تم نے مجھ سے اختلاف کرکے **"خلیفۂ برحق"** کے خلاف بغاوت کی

ہے؛ کیوں کہ میری خلافت برحق ہے۔ میری خلافت کے حق پر ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حضراتِ خلفاے ثلثہ کی خلافت برحق تھی؛ کیوں کہ مجھ سے بھی اُنھی مہاجرین وانصار نے بیعت کی ہے، جنھوں نے حضرت ابوبکر، پھر حضرت عمر اور پھر حضرتِ عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی بیعت کی تھی؛ لہٰذا جب اُن کی خلافت برحق تھی تو میری خلافت کیوں کر برحق نہ ہوگی؟

حضرتِ مولا علی رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے صحیح و نافذ ہونے پر حضراتِ خلفاے ثلثہ کی خلافت کو دلیل بنایا ہے۔ اب اگر اُن تینوں کی خلافت ہی کو تسلیم نہ کیا جائے تو خود حضرتِ علی کی خلافت کی حقانیت کیسے ثابت ہوگی؟

اب جو لوگ حضرتِ مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تو **''خلیفۂ برحق''** مانتے ہیں؛ مگر حضراتِ خلفاے ثلثہ کی خلافت کو کالعدم قرار دیتے ہیں، وہ لوگ درحقیقت حضرتِ مولا علی کی خلافت کو بھی تسلیم نہیں کرتے؛ کیوں کہ حضرتِ مولا علی کی مذکورہ تحریر نے صاف طور پر یہ واضح کردیا کہ اُن کی خلافت کی صحت اُن تینوں کی خلافت کی صحت سے وابستہ ہے۔ اُن کی خلافت کو تسلیم کیے بغیر اِن کی خلافت بھی ثابت نہ ہوسکے گی۔ اہلِ تشیع کو چاہیے کہ یا تو **''نہج البلاغہ کو ردّی کی ٹوکری''** میں ڈال دیں یا پھر خلفاے ثلاثہ کی عظمت وشان کے ساتھ، اُن کی خلافت کی حقانیت کو بھی تسلیم کریں۔

خاص اُس سابقِ سیرِ قربِ خدا　　اَوحدِ کاملیت پہ لاکھوں سلام
سایۂ مصطفیٰ مایۂ اِصطِفا　　عِزّ و نازِ خلافت پہ لاکھوں سلام
یعنی اُس افضل الخلق بعد الرسل　　ثانی اثنینِ ہجرت پہ لاکھوں سلام
اَصدقُ الصادقیں سید المتقیں　　چشم و گوشِ وزارت پہ لاکھوں سلام

کُتُبِ شیعہ سے حضرتِ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے مناقِب کا ثبوت:

اہلِ سنت و جماعت کے نزدیک **امیر المومنین، فاروقِ اعظم حضرت سیدنا عمر بن خطاب** رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دوسرے جانشیں اور حضرتِ سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد سب سے افضل صحابی ہیں۔ آپ کی شانِ اقدس میں بھی کثرت کے ساتھ آیاتِ کریمہ واحادیثِ نبویہ وارد ہیں؛ بلکہ آپ کی بعض خصوصیات ایسی ہیں جن میں کوئی بھی آپ کا شریک وسہیم نہیں ہے۔

مگر صد افسوس! کہ اہلِ تشیع اپنی بدقسمتی کے سبب، حضرتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح اِنھیں بھی **ظالم اور غاصب** سمجھتے ہیں؛ بلکہ بہت سے بد بخت اِنھیں کافر و مرتد تک کہتے ہیں اور اِن پر لعن طعن کرنا باعثِ نجاتِ اُخروی جانتے ہیں۔ اُنھیں جتنی نفرت وعداوت حضرتِ سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے شاید ہی کسی اور سے ہو۔ یہ بد بخت اُن کا نام تک سننا گوارا نہیں کرتے۔ جس طرح شیطانِ لعین اذان کی آواز سن کر رِیاح خارج کرتے ہوئے بھاگتا ہے، بالکل یہی کیفیت حضرتِ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذکرِ جمیل کے وقت اِن ناہنجاروں اور انسان نما شیطانوں کی بھی ہوتی ہے۔

مگر سچ کہا گیا ہے کہ متعصب ومعاند حق کو چھپانے کی خواہ کتنی ہی کوشش کرلے، وہ زبان پر جاری ہو ہی جاتا ہے۔ اگرچہ اہلِ تشیع کے اکثر علما نے حضرتِ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شانِ اقدس میں سخت ترین مغلظات بکے ہیں اور بدترین گستاخیاں کی ہیں اور اُن کی عظمت وشان کو گھٹانے کے لیے من گھڑت روایتوں کا سہارا لیا ہے؛ مگر دل میں خوفِ خدا اور دینی غیرت وحمیت کے کچھ اثرات رکھنے والے اُن کے بعض انصاف پسند مصنفین نے اپنی اپنی کتابوں میں قصداً یا سہواً ایسی روایتیں بھی ذکر کی ہیں جن سے خلیفۂ دوم حضرتِ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل ومناقب ثابت ہوتے ہیں۔

بطورِ ثبوت چند شہادتیں ملاحظہ فرمائیں:

(۱) اہلِ تشیع کے یہاں **"نہج البلاغہ"** کا مقام ومرتبہ کیا ہے وہ کسی بھی صاحبِ بصیرت پر مخفی نہیں ہے۔ اِس میں اور اِس کی شرح **"شرح نہج البلاغہ للشیخ ابن ابی الحدید"** میں ایسے کئی خطبات اور متعدد اقوال ملتے ہیں جو فاروقِ اعظم کی عظمتوں کو جھک جھک کر سلام پیش کر رہے ہیں۔ مثلاً نہج البلاغہ کے مندرجہ ذیل خطبے میں حضرتِ شیرِ خدا مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں:

لِلّٰهِ بِلَادُ فُلَانٍ فَقَدْ قَوَّمَ الْاَوَدَ وَ دَاوٰى الْعَمَدَ وَ اَقَامَ السُّنَّةَ وَ خَلَّفَ الْفِتْنَةَ، ذَهَبَ نَقِيَّ الثَّوْبِ، قَلِيْلَ الْعَيْبِ، اَصَابَ خَيْرَهَا وَ سَبَقَ شَرَّهَا اَدّٰى اِلَى اللّٰهِ طَاعَتَهٗ وَ اتَّقَاهُ بِحَقِّهٖ، رَحَلَ وَ تَرَكَهُمْ فِيْ طُرُقٍ مُتَشَعِّبَةٍ لَا يَهْتَدِيْ بِهَا الضَّالُّ وَلَا يَسْتَيْقِنُ الْمُهْتَدِيْ۔ [شرح نهج البلاغه، ج:۱۲، ص:۱۸۹، للشیخ ابن ابی الحدید، رقم الخطبة: ۲۲۳]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ فلاں کے (ذریعے فتح کیے گئے) شہروں کو برکتوں سے سرفراز فرمائے۔ اُس نے کجی کو درست کیا، بیماری کا علاج کیا، سنت کو قائم کیا، فتنے کو ختم کیا، دنیا سے پاک دامن اور کم عیب میں رخصت ہوا، خلافت کی نیکی کو حاصل کیا، اُس کی برائی سے بچا، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور کما حقہ اُس سے خوف زدہ رہا۔ وہ لوگوں کو ایسے متعدد ومتفرق راستوں پر چھوڑ کر چلا گیا کہ جن میں گم ہونے والا ہدایت یاب نہیں ہو سکے گا اور ہدایت والا (اپنے حق پر ہونے کی) تحقیق (محسوس) نہیں کرے گا۔

اِس خطبے میں حضرتِ مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے **"فلان"** سے کسے مراد لیا ہے، اِس کی وضاحت، نہج البلاغہ کے شیعہ شارح **شیخ ابن ابوالحدید** صاحب نے اپنی مشہورِ زمانہ شرح میں کی ہے۔ اِن کے اقوال پیش کرنے سے قبل قارئینِ کرام پر یہ واضح کر دینا ضروری

معلوم ہو رہا ہے کہ شیخ ابن ابو الحدید کو اگرچہ بعض اہلِ سنت اور اکثر اہلِ تشیع **''معتزلی''** مانتے ہیں؛ مگر حقیقت یہ ہے وہ **متشیع** (اہلِ تشیع کے عام معتقدات کے حامی) اور انصاف پسند ادیب، شاعر اور شارح تھے۔ اِسی لیے لومۃِ لائم کی فکر کیے بغیر، اُنھوں نے بہت سے حقائق سے پردے اُٹھائے ہیں اور حق کا برملا اظہار کیا ہے۔ جو حضرات بھی اُن کی شرح **''شرح نہج البلاغہ''** کا مطالعہ کریں گے، اُن پر **''ابن ابوالحدید شیعہ''** کے درج ذیل افکار و نظریات اور حقائق منکشف ہوں گے:

- حضرتِ مولا علی خلفاے ثلاثہ سے افضل ہیں۔
- حضرتِ مولا علی کے خلاف خروج کرنے والے جہنمی ہیں۔
- حضرتِ امیرِ معاویہ دوزخی ہیں۔
- ابن ابوالحدید نے خود اقرار کیا کہ وہ شیعہ ہے۔
- ابن ابوالحدید نے ایک شیعہ کے کہنے سے نہج البلاغہ کی شرح لکھی۔

قارئینِ کرام غور فرمائیں! مذکورہ بالا عقائد رکھنا، خود شارح کا اپنی شیعیت کا اقرار کرنا اور شیعہ وزیر کی فہمائش پر شرح لکھنا، نیز شرح کا اہلِ تشیع کے یہاں معروف ومقبول ہونا، یہ تمام شواہد چیخ چیخ کر اعلان کر رہے ہیں کہ **''شرح نہج البلاغہ''** کا مؤلف **''ابن ابوالحدید''** شیعہ تھا؛ لہٰذا اُس کی بات اہلِ رفض کے خلاف حجت ہوگی۔

یہ تو اِن کا شروع سے ہی وطیرہ رہا ہے کہ جو بھی اِن کے مزعومہ عقائد ونظریات سے سرِ مو انحراف کرتا ہے، یہ اُسے بیک جنبشِ قلم اپنے مسلک سے خارج کر دیتے ہیں۔ جسے یقین نہ آئے وہ حضرت سیدنا امام زید بن سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شہادت کا پس منظر پڑھ لے۔ معلوم ہو جائے گا کہ اہلِ رفض کیسے غدار اور کس قدر بے غیرت ہوتے ہیں۔

میں ایران کے بدبودار رافضیوں سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ جب **''ابن ابوالحدید کی**

شرح''تمھارے نزدیک مقبول نہیں تو ہر سال اُس کی طباعت پر کیوں لاکھوں روپے خرچ کرتے ہو؟ کیوں بہت بڑے پیمانے پر اُس کی اشاعت کا اہتمام کرتے ہو؟ کیا **معتزلہ** اُس کی طباعت کرواتے ہیں؟ موجودہ دنیا میں **معتزلہ** کا کہیں کوئی وجود نہیں ہے۔اگر یہ کتاب مقبول نہیں تو کیوں اب تک تمھاری لائبریریوں کی زینت بنی ہوئی ہے؟اِسے نذرِ آتش کیوں نہیں کردیتے؟جواب دو!

لہٰذا اِس قسم کی فضول باتیں مت کریے اور یہ دیکھیے! آپ کے ہم مسلک شیعہ شارح شیخ ابن ابوالحدید،حضرت علی مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ الکریم کے خطبے کی شرح میں کیا فرمارہے ہیں۔اگر آپ ازلی بدبخت نہیں ہیں توان شاءاللہ عزوجل توبہ کی توفیق مل جائے گی۔

وَفُلَانٌ، اَلْمَکْنِیُّ عَنْهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ۔

ترجمہ:لفظِ''فلاں''حضرتِ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کنایا ہے۔[شرح نہج البلاغہ ج:۱۲،ص:۱۸۹]

شارح اپنے اِس دعوے پر دلیل پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَقَدْ وَجَدْتُ النُّسْخَةَ الَّتِیْ بِخَطِّ الرَّضِیِّ أَبِی الْحَسَنِ جَامِعِ ''نَهْجِ الْبَلَاغَةِ'' وَ تَحْتَ فُلَانٍ ''عُمَرُ''۔ حَدَّثَنِیْ بِذٰلِكَ فِخَارُ بْنُ مُعَدٍّ الْمُوْسَوِی الْاَوْدِیُّ الشَّاعِرُ۔ وَسَئَلْتُ عَنْهُ النَّقِیْبَ اَبَا جَعْفَرٍ یَحْیٰی بْنَ أَبِیْ زَیْدٍ الْعَلَوِیِّ۔ فَقَالَ لِیْ: هُوَ عُمَرُ۔ فَقُلْتُ لَهٗ: أَیُثْنِیْ عَلَیْهِ أَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْهِ السَّلَامُ هٰذَا الثَّنَاءَ؟ فَقَالَ: نَعَمْ۔

ترجمہ:میں نے''**نہج البلاغہ**''کا وہ نسخہ بھی دیکھا ہے جو اِس کتاب کے جامع ابوالحسن سید رضی نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے۔اُس نسخے میں''**فلان**''کے نیچے''**عمر**''لکھا ہوا تھا۔یہ

بات مجھ سے مشہور شاعر فخار بن معد موسوی اودی نے بیان کی۔اور اِس سلسلے میں مَیں نے ابوجعفر یحیٰی بن ابوزید علوی سے دریافت کیا تو انھوں نے بھی یہی کہا کہ اِس سے مراد (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) ہیں۔میں نے (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) کا نام سن کر اُن سے کہا: کیا امیر المومنین حضرتِ مولا علی علیہ السلام اُن کی تعریف اِس زور دار طریقے سے کریں گے؟ تو اُنھوں نے کہا: ہاں (کیوں نہیں؟)

اِس کے بعد شارح نے رافضیوں کے ایک گروہ **"فرقۂ زیدیہ"** کی بات نقل کرتے ہوئے لکھا:

اِنَّهٗ أَثْنٰى عَلَيْهِ حَقَّ الثَّنَاءِ وَ لَمْ يَضَعِ الْمَدْحَ اِلَّا فِيْ مَوْضِعِهٖ وَ نِصَابِهٖ۔

ترجمہ: حضرتِ مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے (فاروقِ اعظم حضرتِ) عمر بن خطاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی کما حقہ تعریف کی اور (بے جا تعریف نہ کی؛ بلکہ) مدح و ستائش کو اُسی کے مقام پر رکھا۔[مصدرِ سابق]

اِس کے بعد اِس شیعہ شارح نے اِس مقام پر پیش کیے جانے والے بعض شکوک و شبہات کے مدلل جواب دیے اور چند سطروں کے بعد یہ فیصلہ کن تحریر رقم کی:

وَهٰذِهِ الصِّفَاتُ اِذَا تَأَمَّلَهَا الْمُنْصِفُ وَ أَمَاطَ عَنْ نَفْسِهِ الْهَوٰى عَلِمَ أَنَّ أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَمْ يَعْنِ بِهَا اِلَّا عُمَرَ۔

ترجمہ: اگر اہلِ انصاف اپنی خواہشاتِ نفس سے بچتے ہوئے اِن صفات میں غور و فکر کریں گے تو اُنھیں یقینِ کامل ہو جائے گا کہ حضرتِ امیر المومنین مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے اِن (اوصاف) سے صرف (حضرتِ) عمر بن خطاب کو مراد لیا ہے۔

[مصدرِ سابق،ص:۱۹۲]

اب جب کہ شیعہ شارح شیخ ابن ابوالحدید کی شہادت سے یہ ثابت ہوگیا کہ حضرتِ علی مولائے کائنات کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے اپنے اِس خطبے میں **''فلان''** سے **''خلیفۂ دوم حضرت سیدنا فاروقِ اعظم''** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذاتِ گرامی کومرادلیا ہے،تو یہ بھی واضح ہوگیا کہ حضرتِ فاروقِ اعظم ،حضرتِ مولاعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک مندرجہ ذیل اوصاف وکمالات کے حامل تھے۔

(۱)　انھوں نے امتِ محمدیہ علی صاحبہا السلام والتحیۃ میں پائی جانے والی ہر قسم کی کجی اور ٹیڑھے پن کو دور کیا۔

(۲)　اپنی بے مثال سیاست وموعظت اور بے نظیر عدل وانصاف کے ذریعے امتِ مسلمہ کی متعدد بیماریوں کا علاج کیا اور اپنے دورِ خلافت میں اُسے جسمانی اور روحانی توانائیوں سے مالا مال کیا۔

(۳)　حضور رحمتِ عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پیاری سنتوں کو رائج کیا اور ہر قسم کے فتنے کا خاتمہ کیا۔

(۴)　دنیا سے اِس حال میں گئے کہ کفر وارتداد،ظلم وجبر اور کسی قسم کے فسق وفجور سے آپ کا دامن داغ دار نہیں ہوا۔

(۵)　خلافت کی برکتوں سے سرفراز ہوئے،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامل اطاعت کی اور رب تبارک وتعالیٰ سے اُس طرح ڈرے جس طرح ڈرنے کا حق تھا۔

(۶)　مسلمانوں کو دینِ حق کے ایسے راستوں پر چھوڑ گئے جن کی حقانیت وصداقت آفتابِ نصف النہار سے بھی زیادہ واضح ہے۔جو بھی اُنھیں اختیار کرے گا اُسے **''اپنے حق پر ہونے کی''** تحقیق نہ کرنی پڑے گی اور جو بھی اُن راستوں سے ہٹے گا وہ دوبارہ راہ یاب نہ ہو سکے گا۔

ہم اہلِ سنت کے نزدیک بحمد اللہ تبارک وتعالیٰ حضرتِ عمر فاروقِ اعظم، مندرجہ بالا تمام صفاتِ حمیدہ سے متصف ہیں؛ بلکہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت گزاری کے صلے میں اُنھیں ایسی خوبیوں سے سرفراز کیا گیا ہے جن کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ یہی عقیدہ کُل اولیا کا بھی ہے، حتیّٰ کہ ولیوں کے سردار، مولیٰ المسلمین، امیر المومنین حضرتِ علی بن ابو طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا بھی یہی اعتقاد ہے، جس کا اظہار انھوں نے اپنے اِس مذکورہ خطبے میں فرمایا ہے؛ مگر اُن کی محبت کا دم بھرنے والے ظالم رافضی نہیں مانتے۔ اتنی صدیاں گزرنے کے بعد بھی وہ اُنھیں عادل ومخلص نہیں سمجھتے۔

تعجب ہے! وہ آج بھی انھیں **ظالم، غاصب، فتنہ پرور؛ بلکہ کافر** مانتے ہیں؛ بلکہ جو انھیں کافر نہ کہے وہ اُسے بھی کافر کہتے ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ منہ۔ اِن نادانوں کو اتنا بھی شعور نہیں کہ **ہمارے امیر المومنین** علیہ السلام نے خود بارہا اُن کی تعریف وتوصیف کی ہے، جس کا منہ بولتا ثبوت نہج البلاغہ کا یہ **"خطبہ"** ہے، جو آج بھی اُس میں مندرج ہے۔ اِن کی تکفیر وتفسیق کی زَد میں صرف حضرتِ عمر ہی نہیں حضرتِ مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی آ رہے ہیں۔ اللہ عزوجل ہدایت دے۔

(۲) شرحِ نہج البلاغہ للشیخ ابن ابی الحدید شیعی میں **"نہج السعادۃ للشیخ محمود الرافضی"** کے حوالے سے حضرتِ شیرِ خدا مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب یہ خطبہ منسوب کیا گیا ہے:

الحمد للہ علی کل أمر و حال فی الغدوِّ والآصال، وأشھد أن لآ الہ الا اللہُ و أنَّ محمدا عبدہ و رسولہ، ابتعثہٗ رحمۃً للعباد و حیاۃً للبلاد حین امتلأتِ الأرضُ فتنۃً واضطرب حبلُھا و عُبِدَ الشیطانُ فی أکنافھا واشتمل عدوُّ اللہ ابلیسُ علیٰ عقائد أھلھا، فکان محمدُ بن عبد اللہ بن عبد المطلب الذی أطفأ اللہُ بہ نیرانَھا و أخمدَ بہ شرارَھا و

نزع به أوتادَها و أقام به مَيلَها ۔ إمامُ الهدی والنبی المصطفٰی ﷺ ، فلقد صَدَعَ بما أمر به و بلّغ رسالاتِ ربه فأصلح اللهُ به ذاتَ البين و آمن به السُّبُلَ و حَقَنَ به الدماءَ و الَّف به بين الضغائن الواغرة فی الصدور حتیٰ اتاهُ اليقينُ، ثم قبضه اللهُ اليه حميدا ۔

ثم استخلف الناسُ أبا بكر فلم يألُ جهدَه ثم استخلف ابو بكر عمرَ فلم يأل جهده ثم استخلف الناس عثمان فنال منكم و نِلتم منه حتی اذا كان مِن أمره ما كان أتيتمونی لِتُبايعونی، لا حاجة لی فی ذٰلك و دخلتُ منزلی فاستخرجتمونی فقبضتُ يدی فبسطتموها و تداككتم علیَّ حتی ظننتُ أنكم قاتلی و أن بعضَكم قاتِلُ بعض فبايعتمونی و أنا غير مسرور ولا جَزِل..... [شرح نہج البلاغہ للشیخ ابن البی الحدید، ج:۱، ص:۱۹٤ . نہج السعادۃ للشیخ محمود، ج:۱، ص:۲۸۰]

ترجمہ: صبح وشام ہر حال اور تمام معاملات میں ہر طرح کی حمد وثنا اللہ عز وجل ہی کے لیے ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ عز وجل کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں اور شہادت دیتا ہوں کہ حضرتِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اُس کے عبدِ خاص اور رسولِ معظم ہیں، جن کو اُس نے اپنے بندوں کے لیے سراپا رحمت اور ملکوں کے لیے مجسمۂ حیات بنا کر اُس وقت بھیجا؛ جب کہ روے زمین فتنوں سے بھر چکی تھی، اُس کا نظام درہم برہم ہو چکا تھا، اطرافِ عالَم میں شیطان کی عبادت کی جا رہی تھی اور دشمنِ خدا ابلیس مردود زمین والوں کے عقائد فاسد کر چکا تھا۔ پس حضرتِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بن عبد اللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما ہی کے ذریعے اللہ رب العزت نے فتنوں کی آگ سرد کی، اُن کی چنگاریوں کو بجھایا، اُنھیں جڑ سے اکھاڑ پھینکا اور لوگوں کے عقائد کی کجی (ٹیڑھے پن) کو

درست کیا۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی ہدایت کے امام اور اللہ عز وجل کے منتخب پیغمبر ہیں؛ لہٰذا آپ نے تمام ماموراتِ الٰہی پر عمل کیا اور رب تبارک وتعالیٰ کے جملہ پیغامات بندوں تک پہنچائے۔ اللہ عز وجل نے آپ کے ذریعے بندوں کے آپسی معاملات کی اصلاح کی، راستوں کو پر امن بنایا، انھیں خون ریزی سے بچایا اور دلوں میں بغض وحسد کے بھڑکتے شعلوں کو بجھا کر اُن میں الفت ومحبت کا چراغ روشن کیا ؛ یہاں تک کہ آپ کے پاس حق کا پیغامِ اجل آ گیا اور پھر حمد وثنا بیان کرتے ہوئے آپ اپنے رب اللہ عز وجل کے حضور حاضر ہو گئے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

پھر صحابۂ کرام نے حضرتِ ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کیا اور انھوں نے خلافت کا حق ادا کرنے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ پھر حضرتِ ابو بکر صدیق نے حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا، انھوں نے بھی خلافت کی ذمے داریوں کو ادا کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ اُن کی شہادت کے بعد اربابِ حل وعقد نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نامزد کیا؛ لیکن تمھارے اور اُن کے مابین اختلافات رونما ہوئے۔ اُن کے مقدر میں جو کچھ لکھا تھا جب وہ واقع ہو گیا (یعنی جب اُن کی شہادت ہو گئی) تو تم لوگ بیعت کرنے کے لیے میرے پاس آئے۔ حالاں کہ مجھے اس کی کوئی حاجت نہ تھی۔

میں (خلافت سے بچنے کے لیے) اپنے گھر میں داخل ہو گیا تو تم نے (پیہم اصرار کے ذریعے مجھے گھر سے) نکلنے پر مجبور کر دیا، میں نے (خلافت سے) اپنے ہاتھوں کو سمیٹا تو تم نے اُنھیں (خلافت کی جانب) پھیلا دیا اور تم (خلافت کے لیے) مجھ پر اِس طرح ٹوٹ پڑے کہ مجھے گمان ہوا کہ (اگر میں قبول نہ کروں گا تو) تم مجھے قتل کر دو گے اور باہم لڑ پڑو گے۔ بالآخر تم نے مجھ سے بیعت کر لی؛ حالاں کہ میں اِس سے خوش نہیں ہوں۔

یہ خطبہ حضرتِ مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے خلیفہ بننے کے بعد **"مقامِ ذی القار"** میں دیا تھا۔ اِس سے مندرجہ ذیل امور واضح ہو رہے ہیں:

- حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو بھی اپنا جانشین نامزد نہ کیا تھا، نہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اور نہ ہی حضرتِ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو۔؛ لہٰذا اہلِ تشیع کا یہ دعویٰ باطل ہے کہ مولا علی کی خلافت منصوص تھی۔
- اگر حضرتِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت منصوص ہوتی تو آپ اِس خطبے میں اُس کا ذکر ضرور کرتے اور وصالِ اقدس کے بعد تمام صحابہ حضرت صدیقِ اکبر کے دستِ اقدس پر بیعت نہ کرتے۔
- حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت اربابِ حل وعقد کے اجماع سے ثابت ہوئی تھی، جس طرح حضرت عثمانِ غنی کی شہادت کے بعد حضرتِ علی کی خلافت اربابِ حل وعقد کے اجماع ہی سے ثابت ہوئی تھی۔
- حضرت مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نہ ہی خلافت کے دعوے دار تھے اور نہ ہی خلیفہ بننا پسند کرتے تھے، حضرت سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد آپ نے بادلِ نخواستہ امرِ خلافت کو قبول کیا تھا۔

لہٰذا اہلِ تشیع کا یہ کہنا سراسر غلط ہے کہ حضرتِ مولا علی رضی اللہ عنہ خلفائے ثلاثہ کے عہد میں خود کو خلیفہ سمجھتے رہے اور آپ **کا اُن کی اقتدا میں نمازیں ادا کرنا، اُنھیں مشورہ دیتے رہنا اور خلافت کے اہم امور میں اُن کی نصرت وحمایت کرتے رہنا یہ سب "بطورِ تقیہ"** تھا۔

لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

- شیخینِ کریمین (حضرتِ ابوبکر وحضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کی خلافت منہاجِ نبوت پر تھی، دونوں نے خلافتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حق ادا کرنے میں کسی قسم

کی کوتاہی نہ برتی تھی۔ اگر یہ دونوں حضرات، حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کا حقّ خلافت غصب کرنے والے ہوتے یا اِن کی خلافت درست نہ ہوتی تو حضرتِ شیرِ خدا کبھی بھی اُن کے بارے میں یہ نہ کہتے کہ

''انھوں نے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم **کے مشن کو آگے بڑھانے میں کوئی کمی نہیں کی تھی''**

بلکہ صاف لفظوں میں تنقید کرتے، جس طرح خطبے کے آخر میں انھوں نے جنگِ جمل میں حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ساتھ دینے کے سبب (بقولِ اہلِ تشیع) حضرت طلحہ اور حضرتِ زبیر رضی اللہ عنہما کی سخت مذمت کی ہے۔

● صحابۂ کرام بالخصوص خلفاے اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے دل آپسی عداوت ورنجش اور بغض وحسد سے مکمل طور پر پاک تھے۔ وہ سب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سچے عاشق اور آپس میں ایسے دینی بھائی تھے کہ سگے بھائی سے بھی زیادہ ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے؛ کیوں کہ اُن کی تربیت مربِّیِ اعظم حضور رحمتِ دو عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی تھی۔

غرض یہ کہ حضرتِ مَولا علی مشکل کشا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا یہ خطبہ حضرت سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ، **حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی منقبت گنگنا رہا ہے اور اہلِ عقیدت ومحبت سے خوب خوب دادو تحسین وصول کر رہا ہے۔**

(۳) نہج البلاغہ کے شارح **''ابن ابوالحدید شیعی''** کہتے ہیں:

لمَّا أسِر الهُرمزان حُمِل الى عمر من تُستَر الى المدينة و معه رجالٌ من المسلمين، منهم الاحنف بن قيس و انس بن مالك فأدخلوه المدينةَ فى هَيئته و تاجه و كِسوته،فوجدوا عمرَ نائما فى

جانب المسجد، فجلسوا عنده ينتظرون انتباهَهٗ۔فقال الهرمزان: و اين عمرُ؟ قالوا اما هوذا۔ قال اين حَرَسُهٗ؟ قالوا لا حاجبَ له ولا حارثَ۔ قال: فينبغي أن يكون هٰذا نبيًّا۔قالوا انما يعملُ بعملِ الأنبياء۔۔۔

[شرح نهج البلاغه للشيخ ابن ابى الحديد الشيعى، ج:۱، ص:۱۱۵، مطبوعه دار الكتاب العربى، بغداد]

ترجمہ: جب ہرمزان بادشاہ کو قیدی بنایا گیا تو اُسے تستر سے مدینہ منورہ لایا گیا۔ اُس وقت اُس کے ساتھ بشمول حضرت احنف بن قیس اور حضرتِ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما چند مسلمان بھی تھے۔مسلمان اُسے اُس کی ہیئت، اس کے تاج اور اُس کے شاہی لباس کے ساتھ مدینہ لائے۔انھوں نے دیکھا کہ حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ مسجدِ نبوی کے ایک کونے میں سو رہے ہیں، چناں چہ وہ اُن کے پاس بیٹھ کر اُن کے بیدار ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ ہرمزان (فاروقِ اعظم کی سادگی کو دیکھ کر اُنھیں پہچان نہ سکا اور اُس) نے مسلمانوں سے پوچھا: عمر کہاں ہیں؟ انھوں نے کہا: (یہ جو سو رہے ہیں) یہی عمر ہیں۔اُس نے کہا: اِن کے محافظ (باڈی گارڈس) کہاں ہیں؟ اُنھوں نے بتایا کہ نہ اِن کا کوئی دربان ہے نہ محافظ۔ یہ سن کر (اُس کی حیرت کی انتہا نہ رہی اور) اُس نے کہا: پھر تو اِس شخص کو نبی ہونا چاہیے! مسلمانوں نے کہا: یہ (نبی تو نہیں ہی؛ مگر) نبیوں کی سیرتِ پاک پر عمل کرتے ہیں۔

شرح نہج البلاغہ کی یہ روایت مندرجہ ذیل وُجوہ سے حضرتِ عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت وشان پر دلالت کر رہی ہے:

- حضرتِ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ عدل وانصاف کے تمام تقاضوں پر عمل کیا

کرتے تھے ؛ اِسی لیے اِتنی عظیم الشان اسلامی سلطنت کے والی ہونے کے باوجود آپ کبھی بھی اپنے لیے کسی دربان ومحافظ کے محتاج نہ ہوئے۔ جب کہ ظالم وغاصب بادشاہ کو سکون نہیں ملتا، اُسے اپنی جان کی فکر ستاتی رہتی ہے ؛ اسی لیے وہ اپنی حفاظت کے لیے محافظوں کا بندوبست کرتا ہے۔

● آپ، خلیفۃ المسلمین اور امیر المومنین ہونے کے باجود دنیاوی آرائش و نِعَم سے بالکل بے نیاز اور شاہی تکلُّفات سے یکسر (بالکل) دور تھے۔ کیا ایسی زاہدانہ شان کے ساتھ زندگی بسر کرنے والا شخص حضرتِ مولا علی شیرِ خدا اور آپ کی زوجہ محترمہ سیدۂ کائنات حضرتِ خاتونِ جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر ظلم کرسکتا ہے؟

● آپ، انبیاے کرام صلوات اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بالخصوص حضور سرورِ انبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ پاک پر سختی کے ساتھ عمل کیا کرتے تھے۔ حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بھی اِس کی گواہی دیتے تھے۔ کیا ایسا نیک وصالح شخص کافر ومنافق اور ظالم وغاصب ہوسکتا ہے؟

کفر وارتداد اور ظلم وغصب کا الزام لگانے والے ظالمو! کچھ تو شرم کرو! کافروں نے بھی انھیں نیک وصالح مسلمان مانا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا سچا غلام جانا اور اُن کی عظمت وشان کا اعتراف کیا اور تم ایمان کا دعویٰ کرنے کے باوجود اُن کا نام تک سننا گوارا نہیں کرتے؟

(۴) اللہ ربُّ العزت نے سورۂ تحریم میں ارشاد فرمایا:

وَ اِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًا ۔ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَ اَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَ اَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ ۔ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْبَاَكَ هٰذَا ۔ قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ۝ [سورۂ تحریم، آیت نمبر:۳]

ترجمہ: اور جب نبی نے اپنی کسی بیوی سے راز کی بات کہی، پس اُس نے اُس راز کی خبر دے دی اور اللہ نے نبی پر اُس کا اِظہار فرما دیا تو نبی نے اُس کو کچھ بتا دیا اور کچھ بتانے سے اِعراض کیا۔ پھر جب نبی نے اُس کو اُس (اِفشاے راز) کی خبر دی تو اُس نے کہا: آپ کو کس نے اِس کی خبر دی؟ نبی نے کہا: مجھے (میرے) علیم وخبیر (رب) نے خبر دی ہے۔ [ترجمۂ تبیان القرآن]

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی کس زوجۂ محترمہ کو راز کی کون سی بات بتائی تھی جسے انھوں نے اِفشا کر دیا تھا؟ اُسے شیعی تفسیر کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں!

شیعہ مفسرِ اعظم شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی کہتے ہیں:

(وَاِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ أَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا) يعنى حفصةَ۔ عن الزجاج قال: لمَّا حرَّمَ ماريةَ القِبطيةَ أخبرَ حفصةَ أنه يملِكُ مِن بعده أبو بكر و عمرُ۔ فعرَّفها بعضَ ما أفشَتْ مِن الخبر و أعرضَ عن بعضٍ۔ أن أبا بكر و عمر يملكان بعدى۔ و قريبٌ من ذٰلك ما رواه العياشى بالاسناد عن عبد الله بن عطا المكى عن أبى جعفر عليه السلام اِلَّا انه زَادَ فى ذٰلك أن كلَّ واحدة منهما حدثتْ أباها بذٰلك۔ فعاتَبَهُمَا رسولُ الله ﷺ فى أمرِ ماريةَ وما أفْشَتَا عليه من ذٰلك و أعرض عن أن يُّعَاتِبَهما فى الأمر الآخر۔

[مجمع البيان، ج: ۱۰، ص: ٤٢، مطبوعه دار المرتضى بيروت]

ترجمہ: بعضِ ازواج سے مراد (ام المومنین حضرتِ) حفصہ (رضی اللہ عنہا) ہیں۔ زجاج سے مروی ہے کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرتِ ماریہ قبطیہ کو اپنے اوپر حرام کرلیا تو (دخترِ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ ام المومنین حضرتِ) حفصہ (رضی اللہ عنہا) کو

یہ خبر دی کہ میرے (وصال کے) بعد (عائشہ کے والد) ابو بکر اور (تمھارے والد) عمر حکمراں (خلیفہ) ہوں گے۔ پھر جب انھوں نے اِس راز کو فاش کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے (اُن کی افشا کی ہوئی باتوں میں سے) انھیں بعض سے آگاہ کیا (یعنی بعض باتوں پر عتاب کیا) اور بعض سے اعراض کیا (یعنی عتاب نہیں کیا)۔ اور جس بات پر عتاب کیا تھا وہ یہ تھی کہ میرے بعد ابو بکر وعمر (بالترتیب) حکمراں ہوں گے۔

اور اِسی سے قریب وہ روایت بھی ہے جسے عیاشی نے عبد اللہ بن عطا مکی کی سند سے، حضرت امام جعفرِ صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے؛ مگر اُس میں یہ اضافہ ہے کہ حضرتِ عائشہ اور حضرتِ حفصہ (رضی اللہ عنہما) میں سے ہر ایک نے اپنے والد کو اِس کی خبر دے دی تھی۔ تو ماریہ قبطیہ کے معاملے میں اور اِفشائے راز کے سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں سے ناراضگی کا اظہار فرمایا؛ لیکن دوسرے معاملے میں عتاب کرنے سے اعراض فرمایا۔

اِس روایت سے واضح ہوا کہ حضور نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیاتِ ظاہری ہی میں حضرتِ حفصہ اور حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنے بعد **حضرتِ صدیقِ اکبر اور حضرتِ عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما** کی خلافت وحکمرانی کے بارے میں بتا دیا تھا۔ اِس روایت کو شیعہ مفسر شیخ طبرسی نے بھی بلا تردد بیان کیا ہے اور اسے حضرتِ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ذکر کیا ہے۔

یہ ہے عظمتِ صدیقی وشانِ فاروقی کہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کی حکمرانی کا اعلان اپنے وصالِ اقدس سے بہت پہلے فرما دیا تھا۔ اِس کھلی حقیقت کا انکار شیعہ مفسر بھی نہ سکا۔ اہلِ تشیع کو اپنے اِس عظیم مفسر کی بات ماننی چاہیے اور حضرتِ سیدنا امام جعفر صادق علی جدہ وعلیہ الصلاۃ والسلام سے مروی اِس روایت کو تسلیم کر کے حضرتِ فاروقِ

اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمتوں کا اعتراف کرنا چاہیے۔ **واللہ الموفق لکل خیر۔**

امامِ اہلِ سنت سیدی اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہِ فاروقی میں یوں خراجِ عقیدت پیش کیا ہے:

وہ عمر جس کے اعدا پہ شیدا سقر اُس خدا دوست حضرت پہ لاکھوں سلام
فارقِ حق و باطل امام الہدیٰ تیغِ مسلولِ شدت پہ لاکھوں سلام
ترجمانِ نبی ہم زبان نبی جانِ شانِ عدالت پہ لاکھوں سلام

افضلیتِ شیخینِ کریمین اور فتنۂ مولائیت:

مذکورہ گفتگو سے روزِ روشن سے بھی زیادہ واضح ہو گیا کہ جماعتِ صحابۂ کرام میں سب سے اونچا مقام حضرتِ صدیقِ اکبر اور اُن کے بعد سب سے بلند رتبہ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حاصل ہے۔ حتیٰ کہ منصف مزاج علماے شیعہ کی کتابیں بھی اِن حضرات کے فضائل ومناقب سے خالی نہیں ہیں، جیسا کہ مذکور ہوا۔

فضیلت کی اسی ترتیب کے مطابق ان دونوں حضرات کو آقاے کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی خلافت و نیابت کا شرف بھی حاصل ہوا۔ اِسی لیے ''افضلیتِ شیخینِ کریمین'' کا اعتقاد، ہم اہلِ سنت و جماعت کا شعار اور ہمارا اجماعی و قطعی عقیدہ ہے، اِسے شروع ہی سے ضروریاتِ اہلِ سنت میں سے شمار کیا گیا ہے۔ اہلِ سنت کے کسی بھی معتبر عالم، فقیہ، محدث اور مفسر نے آج تک اس کے خلاف بولنے یا لکھنے کی جسارت نہیں کی، اور جس کسی نے اس کے برخلاف عقیدے کا اظہار و اعلان کیا اُسے اُسی کے زمانے میں، بالاتفاق اہلِ سنت سے خارج تسلیم کیا گیا۔

نو پید فتنوں میں ''تفضیلی فتنے'' کا شجرۂ خبیثہ (ناپاک درخت)، رافضیوں کی صحبتِ بد میں رہنے والے نادانوں میں بڑی تیزی کے ساتھ پھل پھول رہا ہے حتیٰ کہ اِن احمقوں

نے، اہلِ بیتِ اطہار کی جھوٹی محبت کے زعم میں بعض مقتدر صحابۂ کرام کو منافق کہنا، انھیں بھدّی بھدّی گالیاں دینا، اہلِ سنت و جماعت پر طعن کرنا اور اہلِ تشیع سے اپنی والہانہ عقیدت ومحبت کا اظہار کرنا اپنا شیوہ بنا لیا ہے۔ یہ خود کو ''مولائی سنّی'' کہتے اور حضرت شیرِ خدا رضی اللہ عنہ کو رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا خلیفۂ بلا فصل مانتے ہیں۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ

''تفضیلِ شیخین تو ضروریاتِ اہلِ سنت میں سے ہے، اس کے خلاف عقیدہ رکھنے والا سنّی نہیں؛ بلکہ تفضیلی رافضی ہوتا ہے، آپ حضرات دو باتوں میں سے کسی ایک کو اختیار کریں، (۱) یا تو خود کو سنی کہنا ترک کیجیے (۲) یا پھر اس عقیدۂ باطلہ سے توبہ کیجیے''

تو جواب میں کہتے ہیں کہ

''تفضیلِ شیخین، اہلِ سنت کا قطعی عقیدہ تو ہے نہیں، کہ اس کے برخلاف عقیدہ رکھنے والا گمراہ ہو کر، سنیت سے خارج ہو جائے گا؛ بلکہ یہ جمہورِ اہلِ سنت کا موقف ہے؛ لہٰذا حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کو حضور علیہ الصلاۃ والتسلیم کا پہلا جانشیں ماننے سے کوئی مومن بدعتی، گمراہ یا رافضی نہیں ہو جاتا۔ جس طرح حضرتِ عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو فضیلت دینے سے کسی کی سنیت پر فرق نہیں پڑتا، اِسی طرح حضراتِ شیخینِ کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر حضرتِ مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو فضیلت دینے سے بھی کسی کی سنیت پر حرف نہیں آتا۔''

لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

یہ نام نہاد مولائی **احمق ذاکروں، گنوار پیروں، جھولا چھاپ مولویوں، رافضی خطیبوں اور تفضیلی ملاؤں** کی باتیں بڑے چاؤ (شوق) سے سنتے اور اچھل اچھل کر انھیں

داد و تحسین سے نوازتے ہیں **اور یہ نادان سمجھ نہیں پاتے کہ**

سُونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والوں جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے
شہد دکھائے زہر پلائے قاتل ڈائن شوہر کش
اس مردار پہ کیا للچایا دنیا دیکھی بھالی ہے

کسی گمراہ و بدمذہب کو ہدایت سے سرفراز کرنا تو اللہ عزوجل ہی کے دستِ قدرت میں ہے؛ البتہ اسے راہِ راست پر لانے کی کوشش کرنا وارثینِ انبیا کی دینی ذمے داری ہے۔ اِسی ذمے داری کا پاس ولحاظ رکھتے ہوئے اس طرح کے نادانوں کے لیے چند ایسے دلائل پیش کیے جارہے ہیں، جن سے آفتابِ نصف النہار کی روشنی سے بھی زیادہ عیاں ہو جائے گا کہ **"افضلیتِ شیخینِ کریمین"** اہلِ سنت وجماعت کا اجماعی وقطعی عقیدہ ہے، یہ کوئی ظنی یا جمہوری موقف نہیں کہ ان دونوں حضرات پر فاتحِ خیبر، زوجِ بتول، والدِ حسنینِ کریمین حضرتِ شیرِ خدا مولائے کائنات کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو ترجیح دینے والا سنیت سے خارج نہیں ہوگا۔ ہوگا، ضرور ہوگا۔

پہلی دلیل:

حضراتِ شیخین کریمین کی افضلیت وبرتری متواتر حدیثوں سے ثابت ہے اور جو بات متواتر حدیثوں سے ثابت ہوتی ہے وہ قطعی ہوتی ہے، نہ کہ ظنی۔ ثابت ہوا کہ حضرتِ ابوبکر صدیق اور ان کے بعد حضرتِ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو مرسلینِ ملائکہ اور رسل و انبیاے بشر کے بعد سب سے افضل جاننا قطعی ویقینی ہے۔ اب چند روایتیں ملاحظہ فرمائیں:

(۱) حضرتِ ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ نے فرمایا:

خَطَبَ رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم النَّاسَ وَقَالَ: إِنَّ اللّٰہَ

خَيَّرَ عَبْدًا بَيْنَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ فَاخْتَارَ ذٰلِكَ الْعَبْدُ مَا عِنْدَ اللهِ۔ قَالَ فَبَكَى أَبُو بَكْرٍ، فَعَجِبْنَا لِبُكَائِهِ أَنْ يُخْبِرَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم عَنْ عَبْدٍ خُيِّرَ. فَكَانَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم هُوَ الْمُخَيَّرُ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ أَعْلَمَنَا، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم إِنَّ مِنْ أَمَنِّ النَّاسِ عَلَيَّ فِي صُحْبَتِهِ وَمَالِهِ أَبَا بَكْرٍ، وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلاً غَيْرَ رَبِّي لاَتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ، وَلَكِنْ أُخُوَّةُ الإِسْلاَمِ وَ مَوَدَّتُهُ، لاَ يَبْقَيَنَّ فِي الْمَسْجِدِ بَابٌ إِلاَّ سُدَّ، إِلاَّ بَابُ أَبِي بَكْرٍ.

[الصحیح للامام البخاری، کتاب فضائل الصحابہ، باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم سدو الابواب الا باب أبی بکر، رقم الحدیث: ٣٦٥٤]

ترجمہ: رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دورانِ خطبہ ارشاد فرمایا: بے شک اللہ رب العزت نے ایک بندے کو دنیا اور اپنے پاس موجود نعمتوں کے درمیان اختیار دیا تو اس بندے نے آخرت کی نعمتوں کو چنا۔ راوی کہتے ہیں کہ اتنا سننا تھا کہ حضرتِ ابوبکر رضی اللہ عنہ رونے لگے۔ ہمیں ان کے رونے پر تعجب ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تو اُس بندے کی خبر دے رہے ہیں جسے اختیار دیا گیا ہے۔ (اِس میں رونے والی کون سی بات ہے، لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی وہ عبدِ مخیَّر ہیں۔ (اِس اشارے کو ابوبکر سمجھ گئے، کیوں کہ) وہ ہم گروہِ صحابہ میں سب سے زیادہ علم رکھتے تھے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اپنی صحبت و رفاقت اور اپنے مال و زر سے مجھ پر سب زیادہ احسان کیا ہے وہ ابوبکر ہیں، اگر میں اپنے رب کے علاوہ کسی کو خلیل بناتا تو یقیناً ابوبکر کو بناتا، لیکن اسلام کی اُخُوّت (بھائی چارہ) و محبت باقی ہے۔ ابوبکر کے دروازے کے سوا (میری) مسجد کا ہر دروازہ بند کر دیا جائے۔

عظیم مجدد حضرت سیدنا امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اِس حدیثِ پاک کو متواتر قرار دیا ہے، آپ فرماتے ہیں:

قَدْ وَرَدَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ رِوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَابْنِ الزُّبَيْرِ وَابْنِ مَسْعُوْدٍ وَ جُنْدَبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَالْبَرَآءِ وَ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ وَ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَ اَنَسِ بْنِ مَالَكٍ وَ اَبِيْ وَاقِدِ اللَّيْثِيْ وَ اَبِي الْمُعَلّٰى وَ عَائِشَةَ وَ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَابْنِ عُمَرَ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین وَقَدْ سُرِدَتْ طُرُقُهُمْ فِيْ الْاَحَادِيْثِ الْمُتَوَاتِرَةِ۔ [تاریخ الخلفاء، ص:٤١]

ترجمہ: یہ حدیثِ پاک، حضرت عبد اللہ ابن عباس، حضرت عبد اللہ ابن زبیر، حضرت عبد اللہ ابن مسعود، حضرت جندب بن عبد اللہ، حضرت برا، حضرت کعب بن مالک، حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت انس بن مالک، حضرت ابو واقد لیثی، حضرت ابو معلیٰ، حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین جیسے متعدد جلیل القدر صحابۂ کرام سے مروی ہے۔ ان حضرات کے طرق کو احادیثِ متواترہ میں درج کیا گیا ہے۔

(۲) حضرتِ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

مَرِضَ النَّبِيُّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فَاشْتَدَّ مَرَضُهُ فَقَالَ: مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ. قَالَتْ عَائِشَةُ إِنَّهُ رَجُلٌ رَقِيقٌ، إِذَا قَامَ مَقَامَكَ لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ. قَالَ: مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ، فَعَادَتْ فَقَالَ: مُرِي أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ، فَإِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ فَأَتَاهُ الرَّسُولُ فَصَلَّى بِالنَّاسِ فِي حَيَاةِ النَّبِيِّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

[الصحيح للامام البخارى، كتاب الاذان، باب أهل العلم والفضل

أحق بالامامة، رقم الحديث : ٦٧٨ . الجامع للامام الترمذی، کتاب المناقب، باب فی مناقب ابی بکر و عمر رضی الله عنهما، رقم الحديث: ٤٠٣٥]

ترجمہ: اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیمار ہوئے، جب آپ کی بیماری شدت اختیار کرگئی تو آپ نے فرمایا: ابوبکر کو (میری جانب سے) لوگوں کی اِمامت کرنے کا حکم دو۔ یہ سُن کر (اُن کی شہزادی اُم المومنین) حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی: حضور! میرے والد نرم دل انسان ہیں، آپ کے مقام پر کھڑے ہو کر لوگوں کی امامت نہیں کر سکیں گے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دوبارہ فرمایا: ابوبکر کو مسلمانوں کی امامت کرنے کا حکم دو، حضرتِ عائشہ نے دوبارہ وہی عذر پیش کیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے اُن سے (براہِ راست) فرمایا کہ ابوبکر سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، تم سب تو اُن خواتین کی طرح معلوم ہوتی ہو جو (پیغمبرِ خدا حضرت)، یوسف (علیہ السلام) سے کٹ حجتی کر رہی تھیں۔ اس کے بعد قاصد ابوبکر صدیق کے پاس آیا (اور انھیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فرمانِ عالی شان سے آگاہ کیا) تو انھوں نے حضور علیہ الصلاۃ والتسلیم کی حیاتِ طیبہ میں مسلمانوں کی امامت فرمائی۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اِس حدیثِ پاک کو بھی متواتر قرار دیا ہے۔ [تاریخ الخلفاء، ص: ۷۴]

(۳) حضرتِ علی شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أَبُوْ بَكْرٍ وَ عُمَرُ سَيِّدَا كُهُوْلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْأَوَّلِيْنَ وَالْآخِرِيْنَ مَا خَلَا النَّبِيِّيْنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ، لَا تُخْبِرْهُمَا يَا عَلِيُّ۔

[الجامع للامام الترمذی، کتاب المناقب، باب فی مناقب ابی بکر و عمر

رضی اللہ عنہما، رقم الحدیث: ٤٠٢٨]

ترجمہ: نبیوں اور رسولوں کے علاوہ، تمام اولین و آخرین میں سے اہلِ جنت کے بوڑھوں کے سردار ابوبکر و عمر ہوں گے۔ اے علی! تم اُن دونوں سے نہ بتانا۔ (یعنی دنیا میں جن کی وفات بڑھاپے میں ہوئی ہوگی، جنت میں اُن کے سردار ابوبکر و عمر ہوں گے)

(۴) حضرتِ حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آقائے دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِقْتَدُوْا بِالَّذَيْنِ مِنْ بَعْدِيْ أَبِيْ بَكْرٍ وَّ عُمَرَ۔

[الجامع للامام الترمذی، کتاب المناقب، باب فی مناقب ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما، رقم الحدیث: ٤٠٢٣]

ترجمہ: تم لوگ میرے (وصال کے) بعد ابوبکر اور عمر کی پیروی کرنا۔

بغرضِ اختصار صرف چار روایتیں پیش کی گئیں، ورنہ افضلیتِ شیخین پر اتنی احادیث ہیں جن کا احاطہ مشکل ہے۔ صحاحِ ستہ، مستدرکِ حاکم، معجمِ اوسطِ طبرانی، مسندِ ابویعلیٰ، مجمع الزوائد وغیرہ کتبِ احادیث میں افضیلتِ شیخین پر کثیر رِوایتیں موجود ہیں، جو کہ معنوی طور پر تواتر کے درجے تک پہنچتی ہیں۔ بالخصوص حضرت سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی افضلیت کے حوالے سے امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

اَلْاَحَادِيْثُ الدَّالَّةُ عَلٰى اَفْضَلِيَّةِ الصِّدِّيْقِ قَدْ تَوَاتَرَتْ تَوَاتُرًا مَعْنَوِيًّا- [فتح الباری شرح البخاری، ج:١٢، ص:٣٩٦]

ترجمہ: خلیفۂ اوّل حضرتِ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے، تمام صحابۂ کرام سے افضل ہونے پر جو احادیثِ کریمہ دلالت کررہی ہیں، وہ بلاشبہ معنوی طور متواتر ہیں۔

اِسی لیے محققینِ اہلِ سنت نے فرمایا:

"توحید ورسالت کے بعد سب سے زیادہ دلائل افضلیتِ شیخین پر موجود ہیں۔"

[افضلیتِ شیخین اور تفضیلی فتنہ، از علامہ غلام رسول قاسمی قادری نقش بندی، ص:۵]

حضرتِ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی افضلیت کا قول کرنے والے بعض احمق چوں کہ سرکارِ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام بھی بڑی عقیدت واحترام کے ساتھ لیتے ہیں؛ بلکہ بعض اوقات اُن کے مسلک پر چلنے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں، اس لیے انتہائی ضروری سمجھتے ہوئے اِس مقام پر اپنے امام کی چند تصریحات پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں۔

امامِ اہلِ سنت مجدد دین وملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

اہلِ سنت وجماعت کا اجماع ہے کہ مرسلینِ ملائکہ ورسل وانبیاے بشر صلوات اللہ تعالیٰ وتسلیماتہ علیہم کے بعد، حضراتِ خلفاے اربعہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم تمام مخلوقِ الٰہی سے افضل ہیں، تمام اُمَمِ عالَم اولین وآخرین میں کوئی شخص ان کی بزرگی وعظمت وعزت ووجاہت وقبول وکرامت وقرب وولایت کو نہیں پہنچتا۔

وَاَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ، وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔

[سورۂ حدید، آیت نمبر:۲۹]

پھر اُن کی باہم ترتیب یوں ہے کہ سب سے افضل صدیقِ اکبر، پھر فاروقِ اعظم، پھر عثمانِ غنی، پھر مولا علی، صلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدہم ومولاہم وآلہ وعلیہم وبارک وسلم۔ اِس مذہبِ مہذّب پر آیاتِ قرآنِ عظیم واحادیثِ کثیرۂ حضور پرنور نبیِّ کریم علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ الصلاۃ والتسلیم وارشاداتِ جلیلۂ واضحۂ امیر المومنین مولا علی مرتضیٰ ودیگر ائمۂ اہلِ بیتِ اَطہار وارتضا واجماعِ صحابۂ کرام وتابعینِ عظام وتصرفاتِ اولیاے اُمت وعلماے امت رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے وہ دلائلِ باہرہ وحُجَجِ قاہرہ ہیں جن کا اِستیعاب نہیں ہوسکتا، فقیر

غفر اللہ تعالیٰ لہ نے اِس مسئلہ میں ایک کتابِ عظیم بسیط وضخیم دومجلّد پر منقسم نام تاریخی "مطلع القمرین فی ابانة سبقة العمرین" سے متسم تصنیف کی اور خاص آیۂ کریمہ "ان أکرمکم عند اللہ أتقاکم" اوراس سے افضلیتِ مطلقۂ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اِثبات واِحقاق اوراَوہامِ خلاف کے اِبطال واِزحاق میں ایک جلیل رسالہ مسمی بنام تاریخی "الزلال الأنقیٰ من بحر سبقة الأتقیٰ" تالیف کیا۔ [فتاویٰ رضویہ، ج:۲۸،ص:۴۷۸]

ثابت ہوا کہ افضلیتِ شیخین کا عقیدہ ظنی یا جمہوری نہیں ؛ بلکہ قطعی ویقینی ہے، لہٰذا اس سے انحراف کرنے والا ہرگز ہرگز سنی صحیح العقیدہ نہیں، بھلے وہ اپنی سنیت کا ڈھنڈورا بجاتا پھرے۔ایسے شخص کے بدعتی، بدمذہب اور تفضیلی رافضی ہونے میں کیا شک؟۔

دوسری دلیل:

حضرتِ صدیقِ اکبر اور حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی افضلیت اجماعِ صحابہ سے بھی ثابت ہے، اجماع سے ثابت ہونے والا عقیدہ قطعی ہوتا ہے نہ کہ ظنی۔اِس دعوے پر چند دلائل ملاحظہ فرمائیں:

(۱) حضرتِ عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے اور صحابۂ کرام کے اعتقاد کے بارے میں فرماتے ہیں:

كُنَّا نُخَيِّرُ بَيْنَ النَّاسِ فِيْ زَمَنِ النَّبِيِّ ﷺ فَنُخَيِّرُ أَبَابَكْرٍ ثُمَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ ثُمَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رضی اللہ عنہم۔

[الصحیح للامام البخاری،کتاب فضائل الصحابه،باب فضل ابی بکر رضی الله عنه،رقم الحدیث: ۳٦٥٥]

ترجمہ: رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانۂ مسعود میں ہم لوگ صحابۂ کرام کے

مابین ترجیح دیتے تھے تو سب سے پہلے حضرت ابوبکر کو، پھر حضرت عمر کو، اُن کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو دیتے تھے۔

جامع ترمذی میں یہی حدیثِ پاک ان الفاظ میں مروی ہے:

كُنَّا نَقُوْلُ وَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ حَيٌّ أَبُوْ بَكْرٍ وَ عُمَرُ وَ عُثْمَانُ۔ [الجامع للامام الترمذی، کتاب المناقب، باب فی مناقب عثمان رضی الله عنه، رقم الحديث: ٤٠٧٢]

ترجمہ: رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں ہم گروہِ صحابہ یوں کہا کرتے تھے: ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

اِس روایت سے صاف واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ پوری امت میں سب سے افضل حضرت سیدنا صدیقِ اکبر کو، اُن کے بعد حضرت سیدنا فاروقِ اعظم کو، اُن کے بعد حضرت سیدنا عثمانِ غنی کو اور ان کے بعد حضرت سیدنا مولا علی کو سمجھتے تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

(۲) شہزادۂ مولائے کائنات حضرتِ محمد بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں:

قُلْتُ لِأَبِيْ أَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ بَعْدَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ؟ قَالَ: أَبُوْ بَكْرٍ۔ قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ثُمَّ عُمَرُ۔ وَ خَشِيْتُ أَنْ يَّقُوْلَ عُثْمَانُ، قُلْتُ: ثُمَّ أَنْتَ۔ قَالَ: مَا أَنَا إِلَّا رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔

[الصحيح للامام البخاری، کتاب فضائل الصحابه، باب قول النبی صلی الله تعالیٰ علیه و آله وسلم ان لم تجدینی فاتی أبا بکر، رقم الحديث: ٣٦٧١]

ترجمہ: میں نے اپنے والد (حضرتِ مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم) سے پوچھا: تمام لوگوں میں سب سے افضل و بہتر کون ہے؟ انھوں نے کہا: ابوبکر۔ میں نے عرض کی:

اُن کے بعد؟ فرمایا: عمر۔ میں ڈرا کہ کہیں حضرت عثمان کو بھی خود سے افضل نہ کہہ دیں، اِس لیے میں نے کہا: اِن دونوں بزرگوں کے بعد تو آپ ہی کا نمبر ہے۔ یہ سن کر آپ نے (از راہِ تواضع) فرمایا: میں تو ایک معمولی مسلمان ہوں۔

بیٹے کے سوال پر مولا علی نے وہی جواب دیا جواُن کا اعتقاد تھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا؛ بلکہ مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم خود کو تمام صحابہ سے افضل سمجھتے تو آپ کا جواب ہرگز یوں نہ ہوتا؛ بلکہ آپ بلا لومتِ لائم اپنی فضیلت و برتری کا اعلان فرماتے۔ آج ہم اہلِ سنت جو یہ نعرہ لگاتے ہیں:

ابوبکر کا پہلا نمبر عمر کا دوسرا نمبر

تو نام نہاد مولائیوں کی جانب سے ہم پر سب وشتم کی یلغار کی جاتی ہے، مارنے کاٹنے کی دھمکیاں تک دی جاتی ہیں۔ جب کہ خود مولائے کائنات کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے بھی یہی نعرہ لگایا ہے۔

جو شخص بھی حضرتِ علی کو شیخین پر ترجیح دیتا ہے وہ درحقیقت اپنے ممدوح ومحبوب مولا علی کی تکذیب کرتا ہے کہ وہ تو شیخینِ کریمین کی افضیلت کا اعلان واظہار کر چکے اور یہ بدبخت ماننے کو تیار نہیں۔ ایسے شخص سے شیرِ خدا نے اپنی شدید برہمی کا اظہار فرمایا ہے، بطورِ دلیل یہ روایت ملاحظہ فرمائیں:

(۳) حضرتِ حکم بن جحل کہتے ہیں کہ میں نے حضرتِ علی مولائے کائنات کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

بَلَغَنِیْ اَنَّ اُنَاسًا یُفَضِّلُوْنَنِیْ عَلٰی اَبِیْ بَکْرٍ وَّ عُمَرَ۔ لَا یُفَضِّلُنِیْ اَحَدٌ عَلٰی أَبِیْ بَکْرٍ وَّ عُمَرَ اِلَّا جَلَدْتُّهٗ حَدَّ الْمُفْتَرِیْ۔

[کتاب فضائل الصحابہ للامام احمد بن محمد بن حنبل، رقم الحدیث: ۳۸۷]

ترجمہ: مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ کچھ لوگ مجھے حضرت ابوبکر وحضرت عمر پر فوقیت دیتے ہیں۔ جو شخص بھی مجھے اُن دونوں پر فضیلت دے گا میں اُس پر مفتری (افترا و بہتان لگانے والے) کی حد (سزا) نافذ کروں گا (جو کہ اسّی کوڑے ہے)

اِس قولِ مرتضوی سے واضح ہوا کہ حضرتِ ابوبکر وحضرتِ عمر کی افضلیت قطعی ہے، اگر یہ ظنی یا فرعی مسئلہ ہوتا تو شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود کو ترجیح دینے پر اتنا برہم ہوتے نہ ایسی سخت سزا دینے کی دھمکی دیتے۔

اِس مقام پر مجدد دین وملت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بہت مضبوط بات کہی ہے، فرماتے ہیں:

سیدنا المرتضی اسد اللہ العلی الاعلیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم افضلیتِ شیخین کے منکرین پر سب سے زیادہ سختی فرمائی ہے اور اس کے منکر (انکار کرنے والے) کو اسّی کوڑے مارنے کا حکم جاری فرمایا ہے۔ امام ذہبی نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اقول: اِس وعیدِ شدید کی طرف دیکھو! سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ اِجراے حدود کے معاملے میں بغیر کسی دلیل کے اتنی بڑی جسارت کیسے کر سکتے ہیں جب کہ وہ خود روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حدود کو شبہات کے ذریعے ٹالنے کی کوشش کرو۔ اور فرمایا: مسلمان کی جان چھوڑنے کا راستہ ملے تو اس کا راستہ چھوڑ دو، بے شک قاضی اگر معاف کرنے میں غلطی کر جائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ سزا دینے میں غلطی کرے۔

[ملخصا من الزلال الانقی من بحر سبقۃ الاتقی در فتاوی رضویہ، ج:۲۸، ص:۶۷۴ تا ۶۷۶]

ثابت ہوا کہ افضلیتِ شیخین کوئی فرعی یا ظنی مسئلہ نہیں؛ بلکہ اصولی اور قطعی مسئلہ ہے، یہ بھی ثابت ہوا کہ بشمول مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام صحابۂ کرام حضراتِ شیخینِ کریمین کی اسبقیت وافضلیت پر متفق ہیں۔ اب اگر کوئی شخص حبِّ اہلِ بیت کا سہارا لے

کر حضرتِ علی کو اِن دونوں سے افضل کہتا ہے تو نہ صرف یہ کہ وہ خرقِ اجماع (اجماع کی مخالفت) کرنے کے شدید ترین جرم میں مبتلا ہے؛ بلکہ مولائے کائنات رضی اللہ عنہ کے نزدیک ۸۰ کوڑوں کا حق دار ہے۔ اُسے دنیا میں نہ سہی، آخرت میں حیدرِ کرار کے انتہائی ٹھوس و مستحکم ہاتھوں سے اسّی کوڑے کھانے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

تیسری دلیل:

افضلیتِ شیخین ائمۂ اربعہ کا اجماعی عقیدہ ہے، جس عقیدے پر ائمۂ کا اجماع ہو اُس کی خلاف ورزی کرنا بدعتِ قبیحہ، ضلالتِ شنیعہ اور کھلی ہوئی بدمذہبیت ہوتی ہے۔ ائمۂ اربعہ (چاروں اماموں) کے عقائد کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں:

حضرت سیدنا امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمانِ عالی شان:

اَفْضَلُ النَّاسِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ اَبُوْ بَكْرِ الصِّدِّيْقُ رضی الله عنه ثُمَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضی الله عنه ثُمَّ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رضی الله عنه ثُمَّ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ رضی الله تعالیٰ عنه۔ [الفقه الاكبر، ص: ٤]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (اور ملائکہ مرسلین، اور رسل وانبیاے بشر) کے بعد تمام لوگوں میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق، پھر حضرت عمر ابن خطاب، پھر حضرتِ عثمان ابن عفان، پھر حضرت علی ابن ابوطالب سب سے افضل ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

نیز آپ رضی اللہ عنہ نے ”شیخین کریمین کو افضل جاننے اور دونوں دامادوں سے سچی محبت کرنے“ کو اہلِ سنت و جماعت کی علامت قرار دیا ہے۔ [غنیۃ المتملی فی شرح منیۃ المصلی، حلبی کبیر، ص: ۱۰۴]

لٰہذا سیدنا امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک یہ دونوں اہلِ سنت و جماعت سے خارج ہیں۔

(۱) جو دونوں دامادوں سے سچی محبت نہ کرے۔

(۲) جو شیخینِ کریمین کو سب سے افضل نہ سمجھے۔

امام المحدثین حضرتِ امامِ مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ:

حضرتِ امامِ مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا گیا کہ

اَیُّ النَّاسِ اَفْضَلُ بَعْدَ نَبِیِّہِمْ ؟

ترجمہ: انبیاے کرام صلوات اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بعد لوگوں میں سب سے افضل کون ہے؟

آپ نے جواب ارشاد فرمایا:

اَبُوْ بَکْرٍ ثُمَّ عُمَرُ، ثُمَّ قَالَ: اَوَ فِیْ ذٰلِکَ شَکٌّ-

[الصواعق المحرقہ، ص:۵۷]

ترجمہ: انبیاے کرام کے بعد سب سے افضل حضرتِ ابوبکر صدیق ہیں، اُن کے بعد حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہما ہیں۔ اس کے بعد آپ نے سائل سے کہا: کیا اِس میں بھی کوئی شک ہے۔ یعنی یہ مسئلہ ایسا یقینی ہے کہ اس میں شک کی بھی گنجائش نہیں۔

عاشقِ اہلِ بیت حضرت سیدنا امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا عقیدہ:

حضرتِ امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَا اخْتَلَفَ اَحَدٌ مِّنَ الصَّحَابَۃِ وَالتَّابِعِیْنَ فِیْ تَفْضِیْلِ اَبِیْ بَکْرٍ وَّ عُمَرَ وَ تَقْدِیْمِہِمَا عَلٰی جَمِیْعِ الصَّحَابَۃِ وَ اِنَّمَا اخْتَلَفَ مَنِ اخْتَلَفَ مِنْہُمْ فِیْ عَلِیٍّ وَ عُثْمَانَ. [الاعتقاد والھدایۃ الیٰ سبیل الرشاد، ص:۳۶۹، دار الآفاق الجدیدۃ،

بیروت]

ترجمہ: صحابۂ کرام اور تابعینِ عظام میں سے کسی ایک شخص نے بھی حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کے افضل ہونے اور ان کے تمام صحابہ پر مقدم ہونے میں اختلاف نہیں کیا، ہاں اختلاف کرنے والوں نے حضرت عثمان اور علی کے مابین اختلاف کیا ہے۔

امامِ اہلِ سنت حضرت سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ:

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ خلفاے راشدین میں کون سب سے افضل ہے؟ آپ نے پرجلال لب و لہجے میں یہ جواب ارشاد فرمایا:

مَنْ قَدَّمَ عَلِيًّا عَلٰى اَبِيْ بَكْرٍ فَقَدْ طَعَنَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ وَ مَنْ قَدَّمَهٗ عَلٰى عُمَرَ فَقَدْ طَعَنَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَ مَنْ قَدَّمَهٗ عَلٰى عُثْمَانَ فَقَدْ طَعَنَ عَلٰى اَبِيْ بَكْرٍ وَ عُمَرَ وَ عَلٰى اَهْلِ الشُّوْرٰى وَعَلَى الْمُهَاجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ۔ [كتاب السنة للامام ابى بكر احمد بن محمد بن هارون بن يزيد الخلال، ص:٥١٤]

ترجمہ: جس نے علی کو ابو بکر سے افضل کہا اس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر طعن کیا اور جس نے انھیں عمر سے افضل کہا اس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور ابو بکر پر طعن کیا اور جس نے انھیں عثمان سے افضل کہا اس نے ابو بکر، عمر اور جملہ مہاجرین وانصار پر طعن کیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

ثابت ہوا کہ ائمۂ اربعہ کا عقیدہ وہی تھا جو آج ہم اہلِ سنت و جماعت کا ہے، یعنی یہ کہ شیخینِ کریمین تمام صحابۂ کرام سے افضل ہیں۔ اور ائمۂ اربعہ کے اجماع سے ثابت ہونے والا عقیدہ ہلکا اور معمولی نہیں ہوتا؛ بلکہ ضروریاتِ اہلِ سنت میں سے ہوتا ہے؛ لہٰذا اس کا منکر (انکار کرنے والا) ضال ومضل ہوگا، ہرگز سنّی نہیں ہوگا۔

صرف ائمۂ اربعہ ہی نہیں ؛ بلکہ جملہ ائمۂ مجتہدین، کُل محدثینِ عظام، تمام مفسرینِ کرام، سبھی فقہاے فخام اور مشائخِ طریقت نے اِس مسئلے پر گرما گرم بحثیں کی ہیں اور افضلیتِ شیخین کا عقیدہ ظاہر کیا ہے۔ فقہ، حدیث، تفسیر اور تصوف پر لکھی گئی ہزاروں کتابیں موجود ہیں، جسے یقین نہ آئے، خود تحقیق کر لے۔ اِسی طرح دوسری صدی ہجری سے لے کر موجودہ صدی تک ہر زمانے کے مجددنے اِسی عقیدے کا اعلان واظہار کیا اور زندگی بھر اِسی عقیدے کی ترویج واشاعت کا فریضہ سرانجام دیا۔

اگر تفضیلِ شیخین کا مسئلہ معمولی، ظنی اور فرعی ہوتا تو یہ نفوسِ قدسیہ اس میں اِس قدر سختی نہ کرتے ؛ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ کسی نے اِسے ''قطعی'' لکھا، کسی نے ''متواتر'' کہا، کسی نے اِس کے ''منکر'' (انکاری) کو اہلِ سنت سے خارج بتایا، کسی نے اُس پر ''رافضیت'' کا حکم لگایا؛ کسی نے اُسے ''جہنم کا سرٹیفکٹ'' دیا، کسی نے ''خبیث ومردود'' کہا تو کسی نے ''منافق و بدبخت'' جیسے الفاظ سے یاد کیا، کسی نے اُسے ''یزیدی، بدعتی اور بے دین'' لکھا، تو کسی نے کہا کہ وہ ''بے ایمان ومعتزلی'' ہے، اُس کے پیچھے نماز درست نہیں۔

[ملخصاً از افضلیتِ شیخین اور تفضیلی فتنہ، ص:۱۱۔ از پیر سائیں علامہ غلام رسول قاسمی قادری نقش بندی]

مذکورہ فتاویٰ عقیدۂ افضیلتِ شیخین کی قطعیت واہمیت پر دلالت کر رہے ہیں۔ اِس مسئلے میں اگر کسی ایک صحابی کو بھی اختلاف ہوتا تو یہ حضرات منکر پر اس قدر سخت حکم نہ لگاتے۔ لہٰذا اِس عقیدے کا انکار کرنے کے بعد کوئی بھی شخص سنی نہیں ہوسکتا، خواہ وہ خود کو ''مولائی'' بتائے یا عاشقِ اہلِ بیت، یا کچھ اور۔

یہ عدمِ سنیت (سنّی نہ ہونے) کا حکم اُس کے لیے ہے جس کے ما بقی عقائد درست اور قرآن وحدیث کے عین مطابق ہوں ؛ لیکن اگر ایسا شخص کوئی کفریہ عقیدہ رکھتا ہو، مثلاً شیخینِ کریمین کی خلافت کا منکر ہو تو سنیت کیا، اُس کا اسلام ہی سے کوئی

علاقہ (تعلق) نہیں۔

کُتُبِ شیعہ سے حضرتِ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مناقِب کا ثبوت:

امیرُ المومنین، مولیٰ المسلمین، حضرتِ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ و جانشین، دامادِ نام دار اور جمہورِ اہل سنت کے نزدیک حضرتِ سیدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد سب سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ گو کہ بعضِ اہلِ سنت نے حضرتِ شیرِ خدا مَولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو حضرتِ عثمانِ غنی سے افضل مانا ہے؛ مگر اکثر علماے اہلِ سنت حضرتِ عثمانِ غنی کی افضلیت کے قائل ہیں۔

بے شمار فضائل و مناقب اور اوصاف و کمالات کے علاوہ رب تبارک وتعالیٰ نے اُنھیں ایک ایسی خوبی سے نوازا ہے جو نہ کبھی کسی کے حصے میں آئی اور نہ قیامت تک آ سکتی ہے۔ وہ بے مثال خوبی یہ ہے کہ پیغمبرِ اعظم حضور رحمت عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی یکے بعد دیگرے دو شہزادیاں، **حضرت سیدتنا رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور اُن کے وصال کے بعد حضرت سیدتنا اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا** اُن کے نکاح میں آئیں۔ اِسی لیے اُنھیں دنیاے اہلِ سنت میں ''ذُوالنُّوْ رَیْن'' (دو نور والے) کے عظیم الشان لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

مجدّ دِ اعظم امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ نے کیا ہی خوب کہا ہے ؎

نور کی سرکار سے پایا دو شالہ نور کا
ہو مبارک تم کو ذو النورین جوڑا نور کا

بِحَمْدِ اللہِ تَعَالیٰ اہلِ سنت و جماعت جس طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے چھوٹے داماد، زوجِ بتول، فاتحِ خیبر، شیرِ خدا حضرتِ مولا علی کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی اُلفت ومحبت کو اپنا سب سے قیمتی اثاثہ تسلیم کرتے ہیں، اِسی طرح سرورِ عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے منجھلے داماد، زوجِ نورین، جامعِ قرآن، امامِ متصدّقین، حضرت سیدنا عثمان

بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت وشان پر اپنی عزت وآبرو اور جان ومال کو قربان کرنا باعثِ صد افتخار سمجھتے ہیں۔ اِسی لیے ہمارے یہاں "**حُبُّ الْخَتَنَیْنِ یعنی دونوں دامادوں سے محبت کرنا**" اہلِ سنت کا شعار اور سنیت کی علامت ہے۔

مگر ستیاناس ہو! بغض وحسد کا جو انسان کو اندھا، گونگا اور بہرا ہی نہیں؛ بلکہ پاگل اور دیوانہ بنا کر اُس کی عقل وشعور کا جنازہ نکال دیتا ہے۔ عداوت ودشمنی کے بھی کچھ آداب ہوتے ہیں۔ نفرت کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ثابت شدہ حقائق اور مسلّمات سے چشم پوشی کر لی جائے۔ یوں ہی کسی سے الفت ومحبت کا یہ معنیٰ بالکل نہیں کہ دوسروں کے فضائلِ مقرّرہ اور مناقبِ جلیلہ کا انکار کر دیا جائے۔

کیا صرف خاتونِ جنت حضور کی شہزادی ہیں؟:

چوں کہ اہلِ رفض، شیخینِ کریمین (حضرتِ ابو بکر صدیق وحضرتِ عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما) اور دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے ساتھ، حضرتِ ذو النورین سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی بغض رکھتے ہیں، اُن پر تبرا کرتے اور اُن کے فضائل ومناقب کا صاف طور پر انکار کرتے ہیں؛ بلکہ اِن کی عداوت ودشمنی اِس حد تک پہنچ چکی ہے کہ **اب یہ لوگ اُنھیں حضورِ اقدس** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم **کا داماد بھی نہیں مانتے** اور اِن کے ذاکرین گلے پھاڑ پھاڑ کر یہ بکواس کرتے ہیں کہ

"**حضور** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم **کی حقیقی بیٹی صرف حضرتِ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔ حضرتِ زینب، حضرتِ رقیہ اور حضرتِ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضور** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم **کی حقیقی بیٹیاں نہیں؛ بلکہ یہ، حضرتِ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے اُن کے پہلے شوہروں کی بیٹیاں ہیں**" لہٰذا دامادِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہونے کا شرف صرف حضرتِ مولا علی کو حاصل ہے۔ حضرتِ عثمانِ غنی آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دامادِ

مجازی ہیں، دامادِ حقیقی نہیں۔

یہ بہت بڑا دھوکہ ہے جو دنیا کے تمام مسلمانوں کو دیا جا رہا ہے۔ اس لیے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ خود شیعہ مذہب کی معتبر کتابوں سے یہ ثابت کر دیا جائے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی چار صاحب زادیاں ہیں، جو ام المومنین حضرتِ سیدتنا خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شکمِ اقدس سے پیدا ہوئیں۔ **فأقول وباللہ التوفیق۔**

شیعہ مذہب کی انتہائی معتبر و مستند کتابوں میں کئی ایسی عبارتیں درج ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ فقط حضرت خاتونِ جنت سلام اللہ علیہا ہی جگر گوشۂ مصطفیٰ نہیں؛ بلکہ حضرتِ سیدتنا زینب، حضرتِ سیدتنا رقیہ اور حضرتِ سیدتنا ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہن اجمعین بھی حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس شہزادیاں ہیں۔ لہٰذا یہ دعویٰ کہ

"صرف حضرتِ سیدتنا فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی شہزادی ہیں؛ لہٰذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی داماد صرف حضرتِ علی ہوئے۔"

ایسا بے بنیاد ہے جسے تاریخ وسیرت پر نظر رکھنے والا کوئی بھی ذی شعور انسان قبول نہیں کر سکتا۔ بلکہ یہ ایسا چمکتا جھوٹ ہے جو شیطانِ لعین کو بھی نہیں سوجھا ہوگا۔ مقامِ تعجب ہے کہ جس کذب وفریب کی طرف ابلیسِ لعین کا شیطانی دماغ بھی مبذول نہ ہو سکا، اُس کے چیلے اُسے پھیلانے کی کوشش میں سرگرداں ہیں۔ اِسی لیے کہنے والے کہہ گئے کہ کبھی کبھی بیٹا اپنے نمبری باپ سے بھی دس قدم آگے نکل جاتا ہے۔ یعنی اگر باپ نمبری ہے تو بیٹا دس نمبری بن جاتا ہے۔ کچھ ایسا ہی حال اِن نادان رافضیوں کا بھی ہے۔ اب ذَیل میں اہلِ تشیع کے مجتہدین وائمہ کی معروف کتابوں کے چند معتبر حوالے پیش کیے جا رہے ہیں؛ تاکہ حق کے چہرے سے باطل کا غبار صاف ہو۔ قارئینِ کرام پڑھیں اور فیصلہ کریں کہ کون حق بجانب ہے۔

اُصولِ کافی کی شہادت:

چوتھی صدی ہجری کے معروف شیعہ عالمِ دین ابوجعفر محمد بن یعقوب بن اسحٰق کلینی متوفی ۳۲۹ھ ''اصولِ کافی'' میں حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس بیٹیوں کی تعداد کے حوالے سے لکھتے ہیں:

وَتَزَوَّجَ الْخَدِيْجَةَ وَهُوَ ابْنُ بِضْعٍ وَّعِشْرِيْنَ سَنَةً فَوُلِدَ لَهٗ مِنْهَا قَبْلَ مَبْعَثِهٖ الْقَاسِمُ وَ رُقَيَّةُ وَزَيْنَبُ وَاُمُّ كُلْثُوْمٍ وَوُلِدَلَهٗ بَعْدَ الْمَبْعَثِ الطَّيِّبُ وَالطَّاهِرُ وَفَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ۔ [اصولِ کافی،کتاب الحجه، باب مولد النبی ﷺ ص:۴۳۹، مطبوعه بازار سلطانی، تهران، ایران]

ترجمہ: جس وقت حضور نبیِّ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ام المومنین حضرتِ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ عقدِ نکاح فرمایا، اُس وقت آپ کی عمرِ پاک بیس سال سے زائد تھی۔ پس بعثت سے قبل، حضرتِ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد میں حضرتِ قاسم، حضرتِ رقیہ، حضرتِ زینب اور حضرتِ ام کلثوم، اور بعثت کے بعد، حضرتِ طیب، حضرتِ طاہر اور حضرتِ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن اجمعین پیدا ہوئیں۔

اِس عبارت نے فیصلہ کر دیا کہ بعثت سے قبل حضرتِ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ایک شہزادے **حضرتِ قاسم** رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تین شہزادیاں **حضرت زینب، حضرتِ رقیہ اور حضرتِ ام کلثوم** علی ابیھِنَّ وعلیھن الصلاۃ والسلام پیدا ہوئیں اور بعثت کے بعد ایک شہزادی **حضرتِ سیدتنا فاطمہ** رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور دو شہزادے **حضرتِ طاہر اور حضرتِ طیب** رضی اللہ تعالیٰ عنہما پیدا ہوئے۔

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی چار بیٹیوں کے سلسلے میں **''اُصولِ کافی''** کی یہ

عبارتِ مذکورہ اتنی واضح اور صاف ہے کہ اِس میں کسی قسم کی کوئی تاویل نہیں ہوسکتی۔ یہ روایت اہلِ تشیع کے یہاں اِس قدر مقبول ومحبوب ہے کہ آج تک کوئی بھی بدبودار رافضی اِسے رَد نہیں کرسکا۔ تمام شیعہ شارحین وناشرین نے اِسے برقرار رکھا ہے۔ آج کے آسیب زدہ ذاکرین کا اِس کے خلاف بکواس کرنا اپنے مسلک کے خلاف کھلی بغاوت ہے۔

کتاب الخصال کی گواہی:

اہلِ تشیع کے یہاں **''شیخ صدوق ابن بابویہ القمی''** ایک انتہائی معتبر نام ہے۔ اِنھوں نے بھی صراحت کی ہے کہ آقاے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی بیٹیاں چار ہیں۔ چناں چہ یہ اپنی مایہ ناز کتاب **''کتاب الخصال''** میں اِس مسئلے کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

اِنَّ خُدَیْجَةَ رَحِمَهَا اللہُ وَ لَدَتْ مِنِّیْ طَاهِرً اوَهُوَ عَبْدُ اللہِ وَ هُوَ الْمُطَهَّرُ وَ وَلَدَتْ مِنِّیْ الْقَاسِمَ وَفَاطِمَةَ وَرُقَیَّةَ وَاُمَّ کُلْثُوْمِ وَزَیْنَبَ۔

[کتاب الخصال، للشیخ الصدوق، ص:۳۷۵]

ترجمہ: حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ خدیجہ پر رحم فرمائے۔ اُس کے بطن سے میرے بیٹے طاہر پیدا ہوئے۔ یہی عبداللہ ہیں اور انھی کو مطہر کہا جاتا ہے۔ اور خدیجہ ہی سے میرے دوسرے بیٹے قاسم پیدا ہوئے اور اُنھی سے میری چار بیٹیاں ''فاطمہ، رقیہ، ام کلثوم او زینب'' پیدا ہوئیں۔

حیات القلوب کا اعترافِ حقیقت:

اہلِ تشیع کے شیخ الکل **ابو العباس عبداللہ بن جعفری الحمیری** اپنی مایۂ ناز کتاب **''قرب الاسناد''** میں، اور ان کے محققِ اعظم **ملا باقر مجلسی** صاحب **''حیات القلوب''** میں،

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بناتِ اطہار کے بارے میں اپنا عقیدہ یوں لکھتے ہیں:

وُلِدَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ مِنْ خُدَیْجَۃَ الْقَاسِمُ وَالطَّاہِرُ وَاُمُّ کُلْثُوْمٍ وَ رُقَیَّۃُ وَ فَاطِمَۃُ وَ زَیْنَبُ وَ تَزَوَّجَ عَلِیٌّ علیہ السلام فَاطِمَۃَ علیہا السلام وَ تَزَوَّجَ عَاصُ بْنُ الرَّبِیْعِ وَھُوَ مِنْ بَنِی اُمَیَّۃَ زَیْنَبَ وَتَزَوَّجَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ اُمَّ کُلْثُوْمٍ وَلَمْ یَدْخُلْ بِھَا حَتّٰی ھَلَکَتْ وَزَوَّجَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَکَانَھَا رُقَیَّۃَ۔ [قرب الاسناد، للشیخ لابی العباس-حیاۃ القلوب، ج:۲، ص:۷۱۸، لملا باقر المجلسی الرافضی]

ترجمہ: اُم المومنین حضرتِ خدیجۃ الکبری رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطنِ پاک سے حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے درجِ ذیل شہزادے اور شہزادیاں پیدا ہوئیں۔

(۱) حضرتِ قاسم (۲) حضرتِ طاہر (۳) حضرتِ ام الکلثوم (۴) حضرتِ رقیہ (۵) حضرتِ فاطمہ (۶) حضرتِ زینب۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما وعنہن اجمعین۔ حضرتِ علی علیہ السلام نے حضرتِ فاطمہ علیہا السلام سے شادی کی، بنوامیہ کے حضرتِ ابوالعاص بن ربیع نے حضرتِ زینب سے شادی کی اور حضرتِ عثمان بن عفان نے حضرتِ ام کلثوم کے ساتھ نکاح کیا، رخصتی سے پہلے ان کا انتقال ہوگیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عثمان کا نکاح اپنی دوسری بیٹی حضرتِ رقیہ سے کر دیا تھا۔

حضرتِ عثمان حضور کے حقیقی داماد:

شیخ ابو العباس رافضی اور ملا باقر مجلسی شیعی نے صرف یہی واضح نہیں کیا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی بیٹیاں چار ہیں؛ بلکہ اِنھوں نے اُن مقدس شہزادیوں کے شوہروں کے اسمائے گرامی بھی رقم کر دیے؛ تاکہ کسی کو نہ ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شہزادیوں کی تعداد کے بارے میں کوئی شک رہے اور نہ ہی اُن کے شوہروں کے بارے

میں کوئی شبہ؛ مگر تعجب ہے کہ رافضی حضرات ابھی بھی اندھیروں میں بھٹک رہے ہیں اور اپنے ذاکروں کی باتیں مان کر اپنی گھٹاٹوپ تاریکیوں میں مزید اضافہ کررہے ہیں۔

اب دنیا بھر کے شیعوں کو، بالخصوص پاکستان کے بدبودار ذاکروں کو سچے دل سے توبہ کر کے عظمتِ عثمانِ غنی کا اعتراف اور اُن کے دامادِ مصطفیٰ ہونے کا اقرار کرلینا چاہیے۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو عوامِ اہلِ تشیع کو چاہیے کہ اِس سلسلے میں وہ اپنے اکابر کی مانیں اور حضرتِ عثمانِ غنی کے دامادِ رسول ہونے کے حوالے سے اپنے اَن پڑھ ذاکروں کی ہرگز نہ سنیں؛ بلکہ اُن کی جانب سے کی جانے والی بکواسات کو اپنے جوتے کی نوک سے اُڑا دیں۔

مذکورہ گفتگو میں شیعہ مذہب کی انتہائی معتبر کتابوں سے تین حوالے پیش کیے گئے، جن سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شہزادیوں کی حقیقی تعداد چار ہے اور حضرتِ ذوالنورین سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور سرورِ عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی داماد ہیں؛ مگر آج کے مرثیہ خواں، تبرا باز اور ماتم کی مجلسیں گرم کرنے والے بد دماغ ذاکرین نہ جانے کیوں اپنے اکابر علما سے ناراض ہیں، کہ اُن کی تصریح (واضح اعلان) کے باوجود، صرف حضرتِ سیدتنا فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شہزادی اور صرف حضرتِ مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو نبیِّ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا داماد مانتے ہیں؟

سورۂ احزاب کی آیتِ کریمہ سے استدلال:

شیعہ کتب سے اور بھی حوالے پیش کیے جاسکتے ہیں؛ مگر ضرورت محسوس نہیں ہوتی، کیوں کہ حق پرست وحق جُو کے لیے ایک حوالہ ہی کافی ہوتا ہے، جب کہ باطل پرست اور معاند وہٹ دھرم کے لیے دفتر کے دفتر بھی بے سود ثابت ہوتے ہیں۔

البتہ عوامِ اہلِ تشیع کی تسلی کے لیے قرآنِ مقدس کی اُس آیتِ کریمہ کو پیش کر دینا

مناسب معلوم ہورہا ہے، جو صریح طور پر ثابت کرتی ہے کہ آقائے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شہزادیاں ایک سے زائد ہیں۔

اللہ عزوجل نے سورۂ احزاب میں ارشاد فرمایا:

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ۔ ذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ۔ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْراً رَّحِيْماً [سورۂ احزاب، آیت نمبر:۵۹]

ترجمہ: اے نبی! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہیے کہ وہ (گھر سے نکلتے وقت) اپنی چادروں کا کچھ حصہ (اپنے منہ پر) لٹکا لیا کریں۔ یہ اس کے بہت قریب ہے کہ ان کو پہچان لیا جائے (کہ یہ شریف عورتیں ہیں) تو ان کو ایذا (تکلیف) نہ دی جائے اور اللہ بہت بخشنے والا، بے حد رحم فرمانے والا ہے۔[ترجمۂ تبیان القرآن]

اِس آیتِ کریمہ میں مذکور لفظِ ''بنات'' بنت کی جمع ہے، جس کا معنیٰ ہے ''بیٹیاں''۔ اِس سے اُمت کی بیٹیاں مراد نہیں لی جاسکتیں؛ کیوں کہ آگے ''وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ'' آیا ہے، لہٰذا یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہاں مسلم خواتین کو مجازاً حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیاں قرار دیا گیا ہے؛ اس لیے ماننا پڑے گا کہ ''بنات'' سے آقائے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی کی بیٹیاں مراد ہیں نہ کہ کسی اور کی۔

اور یہ دعویٰ بھی ناقابلِ قبول ہے کہ آیتِ کریمہ میں واحد پر جمع کا اطلاق کیا گیا ہے؛ کیوں کہ یہ اصل کے خلاف ہے۔ اصل یہ ہے جماعت پر صیغۂ جمع کا اور مفرد پر صیغۂ واحد کا اطلاق کیا جائے۔ جب بغیر کسی تعذر (دشواری) کے ''بنات'' کو اصل پر محمول کیا جاسکتا ہے تو بلا وجہ خلافِ اصل مراد لینے کی کیا حاجت؟ پھر ''بنات'' سے قبل ''ازواج'' اور اس کے بعد ''نساء'' دونوں ہی جگہ بالاتفاق ''جمع'' مراد لیا گیا ہے، کسی بھی

جگہ واحد مراد نہیں لیا جاسکتا؛ کیوں کہ پردے کا حکم کسی ایک خاتون یا کسی ایک زوجہ کے لیے نازل نہیں ہوا تھا؛ بلکہ اس کا نزول تمام مومنات اور کل ازواجِ مطہرات کے لیے ہوا تھا؛ لٰہذا اِس مقام پر ''بنات'' کی دلالت واحد پر نہیں ہوسکتی کہ یہ کہہ دیا جائے کہ یہاں اِس سے صرف حضرتِ خاتونِ جنت سلام اللہ علیہا مراد ہیں؛ بلکہ پورے وثوق واذعان سے کہا جائے گا کہ یہاں ''بنات'' سے حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی چاروں مقدس بیٹیاں مراد ہیں۔

اگر صرف حضرتِ سیدتنا فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی شہزادی ہوتیں تو قرآنِ مقدس یوں اعلان کرتا:

''قل لأزواجك وبِنْتِكَ ونساء المؤمنين''

اے محبوب! آپ اپنی بیویوں، اپنی بیٹی اور مومنوں کی بیویوں سے کہہ دیجیے۔

جب کہ قرآنِ مجید نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیوں پر جمع کا اطلاق فرمایا ہے۔ جمع کا اطلاق کم از کم تین افراد پر ہوتا ہے۔ تین بیٹیوں کا فریقین میں سے کوئی بھی قائل نہیں ہے اور خلافِ اصل ہونے کے سبب ایک پر بھی اطلاق درست نہیں ہے، تو ثابت ہوا کہ ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس بیٹیوں کی تعداد چار تھی؛ کیوں کہ یہ تعداد روایاتِ صحیحہ معتبرہ (صحیح ومعتبر روایتوں سے) سے ثابت ہے۔

اِن تبرا باز، مرثیہ خواں ذاکرین سے سوال ہے کہ جب خود حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم زندگی بھر **حضرتِ زینب، حضرت رقیہ اور حضرتِ ام کلثوم** رضی اللہ تعالیٰ عنہن اجمعین کو ''بیٹی'' کے خطاب سے مخاطب کرتے رہے اور قرآنِ کریم نے بھی اُنھیں ''نبیِّ کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی بیٹیاں'' کہا تو تمھیں کیا ہوا کہ تم شیطانِ لعین کی پیروی میں انھیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیاں نہیں مانتے؟ جنھیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیٹی کہا

انھیں ''بناتِ رسول'' (رسول اللہ کی بیٹیاں) کہنے میں کیوں تمھارے کلیجے پھٹے جارہے ہیں۔ جنھیں ہمارے رب نے ''بناتِ نبی'' (نبی کی بیٹیاں) کہا، انھیں ''نبی کی بیٹیاں'' تسلیم کرنے کے لیے کیوں تمھارے دل تیار نہیں ہیں؟ تم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہیں رکھتے، یا تم قرآنِ کریم کو کلامِ الٰہی نہیں مانتے؟

اہلِ تشیع کی دو دلیلیں:

صرف حضرتِ خاتونِ جنت کے ''بنتِ رسول'' ہونے پر، اہلِ تشیع کے اُن پڑھ ذاکرین صبحِ قیامت تک کوئی قابلِ اعتنا دلیل نہیں پیش کرسکیں گے؛ البتہ اُن کے کچھ نادان و احمق یہ پھسپھسی اور بودی دلیلیں پیش کرتے ہیں:

پہلی دلیل: احادیث وسِیَر کی کتابوں میں جو فضائل ومناقب حضرتِ سیدتنا خاتونِ جنت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے ثابت ہیں، وہ حضرت زینب، حضرتِ رقیہ اور حضرتِ اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہن اجمعین کے لیے ثابت نہیں ہیں۔

دوسری دلیل: یہ نا قابلِ انکار حقیقت ہے کہ آقاے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جتنی محبت حضرتِ خاتونِ جنت سلام اللہ علیہا سے فرمایا کرتے تھے، رِوایاتِ صحیحہ سے اُن تینوں کے لیے محبتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وہ جذبات ثابت نہیں ہیں۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے یہ بہت بعید ہے کہ آپ اپنی بیٹیوں کے مابین ناانصافی کریں۔ وہ تو انسانیت کو عدل ومساوات کا درس دینے تشریف لائے تھے۔ یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ خود آپ ہی کے دستِ انور سے دامنِ عدل وانصاف چھوٹ گیا ہو؟ یہ بات تبھی درست ہوسکے گی جب کہ یہ تسلیم کیا جائے کہ صرف حضرتِ خاتونِ جنت سلام اللہ علیہا کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی بیٹی ہونے کا شرف وکمال حاصل ہے۔ اور جہاں تک باقی

تینوں بیٹیوں کا تعلق ہے تو وہ آقاے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سوتیلی بیٹیاں تھیں نہ کہ حقیقی۔معاذ اللہ۔

اِن دونوں دلیلوں کا جواب:

یہ محض ایک شیطانی وسوسہ ہے جس کا حقیقت و واقعیت سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ نادان اہلِ تشیع کا یہ دعویٰ کہ **حضرتِ زینب، حضرت رقیہ اور حضرتِ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہن اجمعین کے معتد بہ فضائل ومناقب ثابت نہیں** کسی بھی زاویے سے ہمیں تسلیم نہیں۔

اولاً اِس لیے کہ یہ ایک پروپیگنڈہ ہے جو اہلِ تشیع کی جانب سے، آج سے نہیں؛ بلکہ صدیوں سے کیا جارہا ہے، جس سے متاثر ہوکر خود کو سُنّی کہلانے والے بعض نام نہاد اہلِ تصوف بھی اِسے مبنی بر حقیقت سمجھنے لگے ہیں۔ دنیا کے بڑے بڑے کذابوں نے جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لیے یہ فارمولہ گھڑا ہے کہ:

''جھوٹ اِتنا بولو کہ لوگ اُسے سچ سمجھ بیٹھیں''

حضرتِ عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بغض وحسد نے اہلِ رفض کو یہی فارمولا اختیار کرنے پر برانگیختہ کیا ہے۔

حالاں کہ یہ ایسا سفید جھوٹ ہے جس کی سفید چمک آفتابِ نصف النہار کو بھی منہ چڑھا رہی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جن آیات واحادیث سے اہلِ بیتِ اطہار کے فضائل ومناقب ثابت ہیں، یہ تینوں نفوسِ قدسیہ بھی اُن کا مصداق ہیں۔ اُن کے علاوہ بھی آقاے دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اِن تینوں شہزادیوں کے فضائل ومناقب متعدد بار بیان فرمائے ہیں۔ کتبِ اہلِ سنت اُن کے بیان سے مالا مال ہیں، جسے یقین نہ آئے، وہ اہلِ سنت کی معتبر ومستند کتابیں اٹھا کر دیکھ لے۔

ثانیاً اِس لیے کہ یہ، تبرا باز جاہل ذاکروں کی ٹامک ٹوئیاں ہیں، بس۔ اِس طرح کے قیاساتِ فاسدہ سے حقیقت روپوش نہیں ہوسکتی۔ اِس طرح کی گندی سوچ رکھنے والے دنیا کے تمام اہلِ تشیع کو میرا چیلینج ہے کہ وہ ایک بھی ایسی معتبر روایت پیش کردیں جس میں آقاے دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اِن تینوں کو اپنی سوتیلی بیٹی قرار دیا ہو۔

یہ بد دماغ صبحِ قیامت تک ایسی کوئی بھی روایت پیش نہیں کرسکتے؛ کیوں کہ کتبِ حدیث وسِیَر وتاریخ میں ایسی کسی روایت کا کوئی وجود نہیں ہے۔ ہاں یہ تسلیم ہے کہ حضرتِ خاتونِ جنت جیسے فضائل ومناقب اُن تینوں شہزادیوں کے لیے ثابت نہیں ہے؛ مگر اِس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ

”وہ تینوں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی بیٹیاں نہیں“

کیوں کر درست ہوسکتا ہے؟ کیا یہ ضروری ہے کہ ایک شخص کی تمام بیٹیاں فضائل ومناقب اور اوصاف کمالات میں مساوی ہوں؟ کیا مولا علی شیرِ خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی جملہ اولادِ اَمجاد اور کُل بناتِ اَطہار میں فرقِ مراتب نہیں ہے؟ ہے اور ضرور ہے۔ کوئی گدھا ہی اس کا انکار کرسکتا ہے۔ تو جس طرح یہاں فرقِ مراتب کے باوجود سب، حضرتِ مولا علی کے حقیقی بیٹے اور بیٹیاں ہیں، یوں ہی وہاں فرقِ مراتب کے باوجود چاروں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی شہزادیاں ہیں۔

چوں کہ آقاے دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ محبت حضرتِ خاتونِ جنت سلام اللہ تعالیٰ علیہا سے فرماتے تھے، اِسی لیے آپ نے اُن کے ایسے جزئی فضائل بیان کیے جو انھی کا حصہ ہیں؛ مگر اِس محبت کی وجہ یہ نہ تھی کہ صرف آپ ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صاحب زادی ہیں؛ بلکہ اس کی وجہ یہ تھی حضرتِ فاطمہ زہرا بہنوں میں سب سے چھوٹی اور بفضلہٖ تعالیٰ ایسی خوبیوں سے متصف تھیں، جو اُن کے سوا کسی کے حصے میں نہ

آئیں؛ بلکہ بہت سے اوصاف کمالات میں وہ اپنے والدِ بزرگوار حضور تاج دارِ عرب وعجم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا عکسِ جمیل تھیں۔ اور یہ ایک فطری امر ہے کہ باپ اپنی اُس اولاد سے، سب سے زیادہ اُنسیت ومحبت رکھتا ہے جو چھوٹی ہونے کے ساتھ ساتھ متعدد خوبیوں کی جامع بھی ہو۔ یہ چیز انسان کی قدرت سے باہر ہے۔ اس لیے اِسے، نہ تو عدل وانصاف کے خلاف کہا جاسکتا ہے اور نہ ہی ظلم وزیادتی پر محمول کیا جاسکتا ہے۔

حضرتِ خاتونِ جنت سلام اللہ علیہا کے، اپنے والدِ گرامی کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی نگاہِ نبوت سے ملاحظہ فرمارہے تھے کہ میرا سلسلۂ نسب اِسی شہزادی سے جاری ہوگا، اِسی کے ذریعے مسلمانانِ عالَم نسلِ نبی اور ساداتِ کرام کے فیضانِ کرم سے مالا مال ہوں گے، صبحِ قیامت تک اِس کی اولاد میں **شہدا، اغواث، اوتاد، اقطاب اور ابدال** ہوتے رہیں گے اور اِس کے صدقے میں اہلِ عالَم پر فیضِ نبوی ابرِ بارِندہ کی طرح برستا رہے گا، حتیٰ کہ آخری زمانے میں امام مہدی بھی اسی کی نسلِ پاک سے ہوں گے، جو کہ دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔

مذکورہ وجوہ کے سبب آقائے دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرتِ خاتونِ جنت سیدۂ کائنات فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سب سے زیادہ محبت فرماتے تھے، اِس لیے نہیں کہ صرف آپ ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی بیٹی ہیں اور حضرتِ زینب، حضرت رقیہ، حضرتِ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہن اجمعین سوتیلی بیٹیاں ہیں۔

بہر حال یہ ثابت ہوگیا کہ خلیفۂ سوم حضرتِ سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ''ذوالنورین'' ہیں، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دو شہزادیاں یکے بعد دیگرے آپ کے نکاح میں آئیں۔ یہ شرف آپ کے علاوہ نہ کسی کو حاصل ہوا نہ قیامت تک ہوسکتا ہے۔

حضرتِ علی کے ستائشی کلمات:

آج بھی ''نہج البلاغہ'' کے اندر حضرتِ عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعلق، حضرتِ مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے ستائشی کلمات موجود ہیں، جب بلوائیوں میں سے کچھ لوگوں نے حضرتِ مولا علی رضی اللہ عنہ سے حضرتِ سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکایتیں کیں اور یہ چاہا کہ آپ، حضرتِ عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بات کریں اور اُنھیں، لوگوں کو راضی کرنے کی ترغیب دیں، تو حضرتِ مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لاکر درج ذیل گفتگو فرمائی:

اِنَّ النَّاسَ وَرَائِیْ وَ قَدِاسْتَسْفَرُوْنِیْ بَیْنَكَ وَ بَیْنَهُمْ وَ وَاللهِ مَا اَدْرِیْ مَا اَقُوْلُ لَكَ وَ مَا اَعْرِفُ شَیْئًا تَجْهَلُهٗ وَلَا اَدُلُّكَ عَلٰی اَمْرٍ لَا تَعْرِفُهٗ۔ اِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نَعْلَمُ۔مَا سَبَقْنَاكَ اِلٰی شَیْئٍ فَنُخْبِرَكَ عَنْهُ وَلَا خَلَوْنَا بِشَیْئٍ فَنُبَلِّغَكَ وَ قَدْ رَأَیْتَ كَمَا رَأَیْنَا وَ سَمِعْتَ كَمَا سَمِعْنَا وَ صَحِبْتَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَ آلِهٖ كَمَا صَحِبْنَا وَمَا اِبْنُ اَبِیْ قُحَافَةَ وَلَا اِبْنُ الْخَطَّابِ اَوْلٰی بِعَمَلِ الْحَقِّ مِنْكَ وَ اَنْتَ اَقْرَبُ اِلٰی رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَ وَشِیْجَةِ رَحِمٍ مِّنْهُمَا۔ قَدْ نِلْتَ مِنْ صِهْرِهٖ مَالَمْ یَنَالَا ۔۔۔۔ [نہج البلاغہ، ص:۵۲۶، رقم الخطبة: ۱۶۲۔شرح نہج البلاغہ لابن حدید، ج:۹،ص: ۱۷۱، رقم الخطبہ:۱۶۵]

ترجمہ: بے شک (کچھ) لوگ میرے پیچھے (انتظار کررہے) ہیں، انھوں نے مجھے اپنے اورآپ کے درمیان سفیر بنایا ہے، (لیکن) بخدا میں نہیں جانتا کہ آپ سے کیا کہوں؟ میں کسی ایسی بات کو نہیں جانتا جس سے آپ نا آشنا ہوں اور نہ ہی کسی ایسے امر کی جانب آپ کی رہ نمائی کرسکتا ہوں جسے آپ نہ جانتے ہوں۔ بلا شبہ جو ہم جانتے ہیں وہ آپ کو

(بھی) معلوم ہے۔ہم نے کسی شے کی جانب سبقت نہیں کی کہ آپ کو اُس سے باخبر کروں اور نہ ہی ہم نے کوئی بات تنہائی میں سنی کہ آپ تک پہنچاؤں۔آپ نے بھی اسی طرح دیکھا ہے جس طرح ہم نے دیکھا ہے، آپ نے اسی طرح سنا ہے جس طرح ہم نے سنا ہے اور آپ کو بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کا فیض حاصل ہوا ہے جس طرح ہمیں اُن کی صحبت میں رہنے کا شرف ملا ہے۔ابو قحافہ (ابوبکر صدیق) اور (عمر) ابن خطاب (رضی اللہ عنہما بھی) حق پر عمل کرنے میں آپ سے زیادہ نہیں تھے۔اُن کی بنسبت آپ کو اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ قرب حاصل ہے اور آپ کو (تو) حضور سرورِ عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دامادی کا وہ شرف بھی حاصل ہے جو انھیں حاصل نہیں تھا۔

حضرتِ مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے یہ ستائشی کلمات آج بھی اُس نہج البلاغہ میں موجود ہیں جو اہلِ تشیع کے یہاں قرآنِ مجید کے بعد سب سے اونچا درجہ رکھتی ہے۔اِس عبارت میں حضرتِ مولا علی مشکل کشا نے انتہائی صاف اور واضح الفاظ میں، حضرتِ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا داماد اور صحابی کہا ہے، اُن کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا تربیت یافتہ اور فیض رسیدہ فرمایا ہے اور شرفِ دامادی کی اُس جزئی فضیلت کا اعتراف کیا ہے جو حضراتِ شیخینِ کریمین کو حاصل نہ تھی۔

کیا بد بخت، تبرا باز، مرثیہ خواں ذاکرین اب بھی حضرتِ ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبتِ مصطفوی، دامادِ نبوی اور ان کی فضیلتِ واقعی وشانِ حقیقی کا انکار کریں گے؟

امامِ اہلِ سنت سیدی سرکارِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سرکارِ ذوالنورین کی بارگاہ میں یوں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں:

زاہدِ مسجدِ احمدی پر درود دولتِ جیشِ عُسرت پہ لاکھوں سلام

دُرِّ منثورِ قرآں کی سلکِ بہی زوجِ دونورِ عفّت پہ لاکھوں سلام
یعنی عثمان صاحب قمیصِ ہدٰی حلّہ پوشِ شہادت پہ لاکھوں سلام

دعا گو ہوں کہ اللہ ربُّ العزت اپنے حبیب حضور سیدِ عالَم رحمتِ دو جہاں محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ہمارے ایمان وعقائد اور صالحات وحسنات کی حفاظت فرمائے اور ہمیں تادمِ حیات ہر قسم کی بدمذہبیت ولادینیت سے محفوظ ومامون فرمائے۔ آمین!

وصلی اللہُ تعالیٰ علیٰ سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آلہ وصحبۃ أجمعین۔

نصاب برائے
سبحانی سینٹر بالتجوید
زیر اہتمام: دار العلوم محبوبِ سبحانی

SHOBA-E-ISHA'AT DARUL ULOOM MEHBOOB-E-SUBHANI

Kurla West, Mumbai